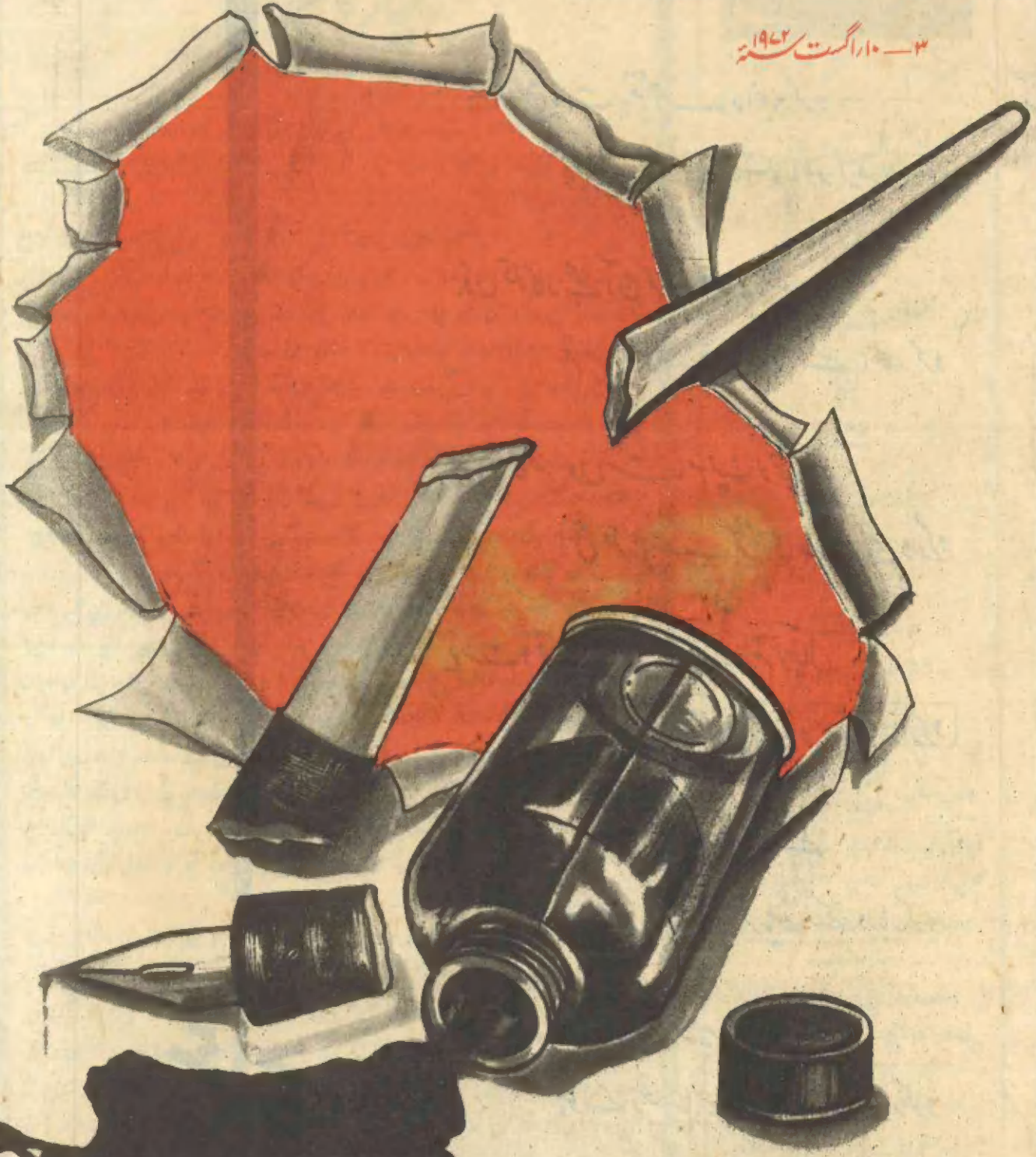


ہفت روزہ  
الف سحر  
کراچی

ازادی صحافت کس کے لئے

۳-۱۰ اگست ۱۹۷۲ء



قیمت — ۵۰ پیسے  
برائی ڈاک سے — ۵۰ پیسے



میری حق بات پر تم مہتر کا اظہار کرو  
پھین لو مجھ سے قسم اور گرفتار کرو

ہوں قلم کار مجھے آج کرو وقفِ نشیب  
تم مری رفعتِ پندار سے انکار کرو

میں تو حاضر ہوں سر عام نیٹ لو مجھ سے  
اس طرح چھپ کر مری جاں نہ بھی وار کرو

یوسف وقت ہے دل اتنا ہے تم کو خیال  
اس پر جو ظلم کرو وہ سربازار کرو

ہو شہنشاہ تہیں کون بھلا لوک سکے  
میسر لاشے پر اگر بیٹھ کے دربار کرو

شعر کہنا ہے اگر جسم تو میرے ثاقب  
ہو کے زنجیرِ بیا جسم کا افتار کرو



غزل



## چارو محمدار

پاکستان کے اخبارات میں ایک دو سڑی خبر شائع ہوئی۔  
”کسائی تحریک کے بانی کمیونسٹ لیڈر چارو محمدار انتقال کر گئے۔ انہیں چند دن پہلے گرفتار کیا گیا تھا۔“

یہ مختصر سی خبر اس عظیم انسان سے متعلق تھی جس نے مشرقی پاکستان پر بھارتی توسیع پسندوں اور اُس کے اتحادی روسی ترمیم پسندوں کے حملے کی نہ صرف مذمت کی تھی بلکہ انہیں لٹکارتا تھا کہ قوموں کو آزادی جارحیت کے ذریعے سے نہیں ملتی۔ یہ سوشلزم نہیں جارحیت ہے۔ پاکستان بھارتی اور روسی جارحیت کا شکار ہوا ہے۔

عظیم چارو محمدار کے اس بیان سے دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا تھا۔ ریڈیو پاکستان اور پاکستان بھر کے اخبارات نے اسے نمایاں طور پر نشر کیا، اور شائع کیا۔ چارو کا یہ بیان پاکستان کو خوش کرنے کے لئے نہیں جاری ہوا تھا۔ بلکہ اصولوں کی بات تھی اور انہیں اصولوں کو سامنے رکھ کر مغربی بنگال کی مارکسی لیننی پارٹی نے ”بنگلہ دیش“ میں مسلح جدوجہد کے حامیوں کی بھرپور تائید کی۔ اور اُن سے مکمل تعاون جاری رکھا۔ کہ وہ اپنے آپ کو بھارتی توسیع پسندوں سے نجات دلائیں اور بنگلہ دیش میں صحیح عوامی جمہوریت قائم کریں۔

اس عظیم شخصیت کے انتقال پر پاکستان کے سڑے دار اخبارات ہیں دو سڑی خبر اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ پاکستان میں صحافت پر کن لوگوں کا قبضہ ہے۔ دنیا نے دیکھا ہوگا کہ ہم کتنے احسان فراموش ہیں۔ اپنے من کے لئے نہ بیان دے سکے نہ اخبارات میں نمایاں گنتائیں نکال سکے۔ افسوس تو موجودہ حکمرانوں پر ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی پارٹی انقلابی جماعت ہے۔ مزدوروں، کسانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اسے مزدوروں، کسانوں اور مظلوم عوام نے کامیاب کر لیا ہے۔ مگر اس کے وزیر اس کے عہدیدار اس کے حاکم مہربان ہیں۔ بالکل خاموش ہیں۔ چارو محمدار سے واقف ہی نظر نہیں آتے۔ انہیں پتہ نہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے مزدوروں، کسانوں اور مظلوم عوام کا ایک عظیم رہنما، انتقال کر گیا ہے جس کا نام چارو محمدار تھا۔

یہ چارو کو نہیں جانتے، امریکہ، برطانیہ یا کسی اور ملک کا کوئی بڑا آدمی مرنے پر تو یقیناً بیان دیئے جاتے۔ چارو کو اس کی ضرورت بھی تو نہ تھی۔ وہ تو ان کے غلات بردار آتما رہا ہے۔ اس کی تحریک صرف بھارت کے کسانوں کی تحریک آزادی نہ تھی، وہ پاکستان کے کسانوں، مزدوروں اور طالب علموں کے دلوں کی دھڑکن تھا۔ ایک عظیم رہنما جسے سرمایہ داروں کے اخبارات، جاگیرداروں کے اخبارات میں واقعی جگہ نہیں ملتی چاہیے تھی۔ وہ اُن کا دشمن تھا۔ وہ غریبوں کا دوست تھا۔ غریبوں اور مظلوم عوام کا محسن تھا۔ اُسے غریبوں اور مظلوموں کی طرف سے سلام پہنچے۔ اُسے پاکستان کے کسانوں، مزدوروں اور مظلوم عوام کی جانب سے سلام پہنچے۔

الف

جلد- ۳ شمارہ- ۱۲

۳-۱۰ اگست ۱۹۷۲ء

سنگران

شوکت صدیقی

○

مدیر

ارشاد راؤ

○

نائب مدیر

دہاب صدیقی

سرورق: اقبال عنقرق

جل مشترک: تی پرچہ سالانہ سماجی  
ہیپے ۲۵ روپے ۱۳ روپے  
ہوائی ڈاک سے: ۵۰ پیسے ۳۰ روپے ۱۶ روپے  
بحرین اکوئٹ: ۵۰ پیسے دوہی قطر: ۵۰ روپے  
سودی عرب: ۵۰ پیسے انگلستان: ۵۰ پیسے

مقام اشاعت

ہفت روزہ الفیخ: ۵۰ ڈی نرسری ٹریڈنگ  
پی ای سی ایچ: ایس۔ کراچی۔ ۲۹

ایڈیٹر پبلشر: ارشاد راؤ

مطبوع حق آفٹ پریس لیاقت آباد۔ کراچی

ٹیلیفون: ۴۱۲۲۶۴



تم نے اپنا حق ادا کر دیا اب ہماری باری ہے



# عظم چارو! دشمنوں ہماری کاری ضربیں تمھاری یا گھماتی رہیں گی

## وہاب صدیقی

کامریڈ چارو محمد چترپن انڈین کمیونسٹ پارٹی (دکسی لیننی) کی نسل باڑی تحریک کے بانی اور عظیم قائد ۲۸ جولائی کو انتقال کر گئے۔ ان کی موت کے ساتھ ہی برصغیر پاک و ہند کی انقلابی مسلح جدوجہد کا ایک عہد ختم ہو گیا۔ کامریڈ چارو محمد کو ۱۶ جولائی کو بھارتی پولیس نے کلکتہ میں گرفتار کیا تھا۔ گرفتاری کے وقت وہ شدید علیل تھے۔ ان پر حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کا الزام تھا۔ بھارتی حکومت کے مطابق ۲۸ جولائی کو کلکتہ کے ہسپتال میں ان کی حرکت قلب بند ہو گئی۔ ان کی عمر ۵۶ سال تھی۔

انقلابیوں، مزدوروں اور کسانوں نے اپنے قائد کا سوگ رونا بانی انداز میں نہیں منایا۔ اپنے سرخ پرچم کو سرنگوں نہیں کیا بلکہ انقلابی جدوجہد کو تیز سے تیز کرنے کا عزم کیا۔

کامریڈ چارو محمد! محنت کشوں کا سرخ پرچم تمھارے سوگ میں سرنگوں نہیں ہے وہ تمھارے لیے بلندیوں پر لہرا رہا ہے۔ کیونکہ آزادی اور انقلاب کے پرچموں کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ تمھاری موت نے ہم کو لاغر ضرور کر دیا ہے۔ لیکن یہ سوگ سنائے، صف ماتم بچھائے، چہرہ سوگوار اور آنکھیں آنکبار کر کے کا دقت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حالت جنگ میں ہیں۔ انقلابی جنگ کا نفاذ رکنا ہے۔ تم نے اپنا حصہ ادا کر دیا۔ کتنا عظیم ہے یہ حصہ اب ہمیں اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔ ہم اپنی لڑائیوں میں نہیں یاد رکھیں گے لیکن تمھارے لیے ماتم نہیں کریں گے۔ ابھی نقصانات کا اندازہ لگانے اور لاشیں گننے کا وقت نہیں ہے۔ اس کا وقت جب آئے گا جب لڑائیاں ختم ہو جائیں گی۔

غیر طبقاتی اور سوشلسٹ معاشرہ قائم ہو چکا

ہوگا۔ ابھی تو ہمیں جنگ لڑنی ہے۔ آج

بروزہ ضرب جو ہم دشمن پر لگائیں گے تمھاری

یاد کو ایک خراج عقیدت ہوگی کیونکہ انقلابی

انقلابیوں کا سوگ اسی طرح سناتے ہیں !!!

کامریڈ چارو محمد کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے زندگی

کی انقلابی تحریک جو صرف شہروں تک محدود تھی، اسے

دیہاتوں تک پھیلا دیا اور ترمیم پسندوں کی انقلاب دشمنی

کا پردہ چاک کیا۔ ترمیم پسندوں سے اختلاف کی وجہ پر

روشنی ڈالتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:-

”ترمیم پسندوں سے ہم تین باتوں پر اختلاف

کرتے ہیں:-

۱) ہمارا گنا یہ ہے کہ جمہوری انقلاب،

عوامی جنگ یعنی مسلح جدوجہد کے ذریعہ لایا

جاسکتا ہے۔

۲) عوامی جنگ بنیادی طور پر کسانوں

کی جنگ ہے اور یہ جنگ بنیادی طور پر دیہاتوں

میں لڑی جائے گی

۳) .... اور آخری بات یہ کہ صرف اور

صرف چترپن ماؤ کے لکھنے پر اور حکمت عملی

سے ہی عوامی جنگ کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے !!!

کامریڈ چارو محمد نے بھارت کے معاشی اور سماجی

حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صرف غریب

کسان اور کھیت مزدور ہی گویا جنگ کے سچے سپاہی ہوتے

ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور گروہ گوریل دستوں کی صف اول

میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غریب کسانوں اور کھیت مزدوروں

کے دلوں میں جاگیر داری اور وڈیرہ شاہی کے خلاف سب

سے زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ یہ نفرت طبقاتی کردار کی حامل

ہوتی ہے اس لیے ان کو گوریل جنگ کے ذریعہ سیاسی اقتدار

حاصل کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ موت سے نہیں ڈرتے

اور حق کے لیے جان و مال کی قربانی دینے سے گریز نہیں

کرتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

”غریب اور بے زمین کسانوں پر اقتصاد رکھو

انہیں فکر ماؤز سے تنگ کی تعلیمات دو اور

مسلح جنگ کے راستے پر عزم رکھو، گویا لاشے

بنکر طبقاتی دشمنوں کا خاتمہ کرو۔۔۔ غریب

اور بے زمین کسانوں پر اقتصاد کرو۔ متوسط طبقے

کے کسانوں کو اپنے ساتھ لے لو، امیر کسانوں کو

غیر جانبدار بناؤ اور جاگیر داروں پر وار کرو۔“

کامریڈ چارو محمد نے سامراج، جاگیرداروں اور زمینداروں

کو عوام کا دشمن نہر ایک قرار دیتے ہوئے کہا کہ:-

”ہندوستان کے مظلوم عوام کے دشمن سامراج

جاگیردار اور زمیندار ہیں۔ سامراج ایک ایسا ناوڑ

ہے جس کے پاؤں دیہات میں ہیں اور سر شہر میں!

اگر تم اس کے سر پر پھو کر دگاؤ گے تو یہ بھاگ

جائے گا اور تمھارے قابو میں نہیں آئے گا۔ لیکن

اگر اس کے پاؤں توڑ دو گے تو اس کا سر کھینچیں

آسانی ہوگی۔“

اسی تجویز کی روشنی میں انہوں نے ۱۹۶۷ء میں ضلع

دارجیلنگ کے ایک دیہات کھل باڑی سے اپنی تحریک

کا آغاز کیا۔ دارجیلنگ میں نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں

پر دلتی انقلاب کی اس جنگاری نے بھارت کے انقلابیوں

کو عوامی جنگ کا راستہ دکھایا۔ ۱۹۶۸ء میں مسلح اور گوریل

جنگ پر یقین رکھنے والے انقلابیوں نے اپنی جدوجہد

ایک دوسرے سے مربوط کر دی۔ اتحاد سے انقلاب کی

یہ جنگاری جنوب میں سریکاکم اور شمال میں مشاہری اور کھمڑ

کھیری تک پھیل گئی اور اب بھارت کے ۱۴ اضلاع

باقی صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں



# بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ

## واقعہ حال

قومی اسمبلی کا آئندہ اجلاس ۱۵ اگست کو منعقد ہو رہا ہے اس میں پاکستان کی تاریخ کے اہم ترین سوال پر بحث ہونا بھی جرمی ہو گی۔ اور وہ سوال بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا ہے۔

اس سوال پر اسے زنی کیسے بل بادی انظر میں دو فریق ہیں۔ ان میں سے ایک پیلز پارٹی اور دوسرا حزب اختلاف کا ہے حزب اختلاف میں سے نپ اور جمعیت اشکا اسلام ٹیکو دیش کو تسلیم کرنے کے حق میں اظہار خیال کر چکے ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں دو اصولوں سرحد اور جو بھارت میں سکھان میں ہیں۔ جب کہ تین مسلم لیگوں میں سے قیوم لیگ اپنی موجودہ صورت میں پاکستان پیلز پارٹی کے فیصلے کی محتاج ہوئی جمیعت العلماء پاکستان (دورانی حروب اور مسلم لیگ کے قیامی دودھ سے اچھی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔

پاکستان پیلز پارٹی ہر جہت پر کڑی جماعت کے علاوہ مغربی پاکستان کے دو بڑے صوبوں پنجاب اور سندھ میں سکھان ہے۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا فائدہ اور نقصان بھی سب سے زیادہ اسی کو پہنچے گا لہذا فیصلہ بھی اسی جماعت کو کرنا ہے کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کیا جائے یا نہیں۔ اس سوال پر بحث سے قبل ہماری نظر میں مغربی پاکستان کے عظیم طبقے کی نظر میں جو شہید جاگیر داران، سرمایہ داران اور سامراجی طاقتیں سرگرم عمل ہیں ان کی نقاب کشائی بھی ضروری ہے تاکہ مغربی پاکستان کے مختلف صوبوں میں رہنے والے عوام مختلف قسمیں اور زبانیں بولنے والے ملت محنت کش عوام بھی سمجھ سکیں کہ وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے مغربی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کر دیا تاکہ حزب مغربی پاکستان میں صوبائی مزدحماری کی تحریک چلائی تو اس کی صحیح معنوں میں مقررہ سکیں اور وہ سرمایہ داروں کی قیادت میں چلنے والی خطا کا تجربہ سے بچ سکیں۔ قیام پاکستان کے بعد اس وقت تک کہ یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ

اقتصادی سچائیوں سے گریز کیا۔ اس کے نتیجے میں پاکستان کے اندر سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا ایک مٹی بھر گروہ پیدا ہو گیا۔ جس نے مادر وطن کی تمام زمینیں زمینوں، کانوں، کارخانوں، مشینوں اور تجارتی اداروں پر قبضہ کر لیا۔ اور مادر وطن میں ملک کی پچاس فی صد آبادی کو ملک کے وسائل اور دولت اور ذرائع پیداوار سے محروم کر کے انہیں محکوم، غربت اور جہالت کا شکار بنا دیا۔ ان مٹی بھر ٹروں نے اپنی ہوس استحصال کو پورا کرنے کے لئے صرف اپنے ہی علاقے کے عوام کو کوٹا لگا کر اگے بڑھ کر پاکستان میں رہنے والی دوسری قومیں اور صوبوں کے عوام کا استحصال کیا اور بھلا استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ایسا کردہ، گناہ دار، انسان کش متلاش شروع ہوا کہ لوٹ کھسوٹ کے ہاتھوں نے اپنے ہی عوام کو روند ڈالا نتیجے کے طور پر اگر ہم مغربی پاکستان پر بحث کر رہے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مغربی پاکستان کی علیحدگی کی تحریک کا حقیقی اور اصل ذمہ دار کون تھا۔ علاقائی لوٹ کھسوٹ کے نتیجے میں مغربی پاکستان کی اقتصادی صورت حال کا جائزہ لیں تو ہم صاف گو دہے ہاں سوشلسٹ کی حیثیت سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مغربی پاکستان کے مٹی بھر سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوکر شاہی نے مغربی پاکستان کا ایسا دھوکا استحصال کیا کہ بالآخر وہ پاکستان سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے۔

پاکستان پیلز پارٹی کی بنیادی دساتوں میں یہ تحریر ہے کہ مغربی پاکستان کو مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں نے اپنی نوآبادی بنا رکھا تھا۔ چنانچہ اگر ہم تاریخ کو دیکھیں تو یہ سچائی سے کام لیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ پاکستان میں علاقائی استحصال کا جو گناہ و ناانصافی مغربی پاکستان کے مٹی بھر رجعت پرست سرمایہ داران جاگیردار کھیل رہے تھے جس کے نتیجے میں اکثر دوس اور دیگروں کے تمام بینا فتن مغربی پاکستان میں تھے مغربی پاکستان کی تمام صنعت و تجارت پر مغربی پاکستان کے اجارہ دار سرمایہ داروں کا قبضہ تھا۔ اور پاکستان کی مسلح افواج کی اکثریت بھی صرف مغربی پاکستان سے تھی۔ جس کے نتیجے میں دولت مغربی پاکستان سے کھنچ کر مغربی

پاکستان میں ان سرمایہ داروں کے پاس منتقل ہو رہی تھی اور مغربی پاکستان جمابادی کے لحاظ سے پاکستان کا کثرتی صوبہ تھا وہ قومی اور اقتصادیات کے میدان میں مغربی پاکستان سے بہت پیچھے رہ گیا اور عوام کی اقتصادی صورت حال مغربی پاکستان کے مغرب عوام سے بھی بدتر ہو گئی۔ اس سرمایہ دارانہ استحصال کے لازمی نتیجے میں پاکستان کی اقتصادی اور سیاسی آزادی یا صوبائی خود مختاری کی تحریکوں نے زور پکڑ لیا۔ جنہیں سوشلسٹ بنادوں پر چل کر کرنے کی بجائے انہیں طاقت پر لیں اور فوج سے دبانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ آخر صوبائی کی بھی ایک حد ہوئی ہے مغربی پاکستان کے عوام مجبوراً انصاف پر آمادہ ہوئے۔ وہ مغربی پاکستان سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتے تھے انہوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں ہم سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ لیکن ہم نے انسانی رشتے ایک طرف مذہب جیسے مقدس رشتے کو بھی نظر انداز کر کے ہر طے پر انہیں بھارتی کثرت، خدا، بھگوان، سارنشی، وطن دشمن کے القاب سے نوازا۔ اس صورتحال فائدہ کس کو پہنچ سکتا تھا۔ اس کا فائدہ مغربی اور مغربی پاکستان کے عوام کو نہیں پہنچ رہا تھا۔ مغربی پاکستان کے عوام مغربی پاکستان کے عوام کے مخالف تھے اور مغربی پاکستان کے عوام مغربی پاکستان کے مخالف تھے۔ اگر ان کے اور ہمارے درمیان کوئی کش پیدا ہوئی تھی تو اس لئے نہیں کہ مغربی پاکستان کے محنت کشوں کو مغربی پاکستان کے محنت کشوں سے لڑنا تھا۔ ہم نے اس صورت حال کی تمام تر ذمہ داری سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کی۔ ہم نے مختلف تاویلات پیش کیں لیکن ایک سچے پاکستانی کی حیثیت سے ہم نے مغربی اور حقیقی دشمن کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ ہم نے اقتصادی اتحاد اور اتحاد پر نظر ڈالنے کی بجائے اسے بنگالی اور غیر بنگالی کا مسئلہ قرار دیا اور مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان اختلاف کا نام دیا۔ ہم نے اسے چوڑے چکے مغربی پاکستانیوں اور دینی زورداروں کے، چکے بنگالیوں کا مسئلہ قرار دیا۔ اصل دشمن ہمارے اور ان کے درمیان موجود تھے اور جو بڑی مہارت اور چالاک سے زبان، رنگ و نسل



# مشرقی پاکستان کے عوام کو استحصال نے الگ ہونے پر مجبور کیا

اور قومیت کی بنیاد پر محنت کشوں کو محنت کشوں سے لڑا رہے تھے۔ اصل دشمن کون تھا۔ اصل دشمن عوام نہ تھے۔ اصل دشمن مغربی پاکستان کا مٹھی بھر سرمایہ دار تھا لیکن یہ کتنا افسوس ناک امر ہے کہ اس قوم کی سیاسی پارٹیاں، اتحادوں، قیام پاکستان کی تحریک کے متعدد دعوے داروں نے بھی یہ آواز بلند نہ کی کہ آؤ مسلم بنگالی آؤ مسلم سندھی، مسلم پنجابی، مسلم بلوچ اور مسلم پنجپوں کی بل کر ان مٹی بھر سرمایہ داروں کا تختہ الٹ دیں اور بنگالیوں کو بھائی سے لڑائے کی ہر سازش کو ناکام بنادیں اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ وہ نام نہاد رہنما جو پاکستان میں بسنے والی قومیتوں کی سیاسی اور سماجی آزادیوں کے علمبردار ہیں انہوں نے بھی کبھی ان سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے خلاف ایک بات نہ کی۔ عجیب الگن نے بھی یہ دیکھا کہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور جم پاکستان کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے خلاف ہیں۔ یہ بات ہم نے سندھ کے جی ایم سید کی زبان سے بھی سنی۔ دلی خان بھی اس پر گنگ ہے جو عظیم بھٹن قوم کا لغو بلند کر رہا ہے کہ آؤ سرمایہ داری اور جاگیرداری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں یہ سب خود مختار سوکھت انقلابی ہیں لیکن اندرونی طور پر کبھی داد سے کٹھ جڑ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آؤ کو آؤ داد خان بنادیں گے اور کبھی سبھل کو سبھل خان کا لقب دیتے ہیں اور جب اسی استحصال طبقے کے لوگ سندھ میں ہوتے ہیں تو سندھی قومیت کے علمبردار بنتے ہیں لیکن اندرونی طور پر سندھ کے سرمایہ داروں اور ڈیروں کے گٹھ جوڑ کرتے ہیں اور راری اور زور کو ختم چاہتے ہیں اور ان کا بس چلتا ہے تو سندھ اسمبلی میں دو ٹنگ پاس کر لیتے ہیں کہ ڈیروں کو بڑا د کہا جائے۔ دو ڈیرہ تہاری تہذیب کا حصہ ہے۔ کوئی تہذیب کس کی تہذیب ہے، بے شرموں، عوام دشمنوں، ہادلوں کا ٹوں پینے والو! دو ڈیرہ تہاری تہذیب کا حصہ تو ہو سکتا ہے لیکن مٹنی شاعر شاہ عبداللطیف جٹائی اور سندھ کے غلام ہادلوں کی تہذیب کا حصہ نہیں ہو سکتی۔

کیا ان کی سہ روگی میں کوئی قومی تحریک چل سکتی ہے۔ اگر کوئی صوبائی اور قومی آزادی کی تحریک چلی اور کامیاب ہوئی تو اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو مشرقی پاکستان میں نکلا ہے مشرقی پاکستان کے عوام کی تحریک کا نتیجہ نکلا کہ مغربی پاکستان کے دادا دور سبھل سے لڑا آؤ برکتے لیکن ہندوستان کے برلاؤ نام کی گدیوں وال دیئے گئے۔ ہمیں یہ قومی آزادی نہیں چاہیے جو ایک کی گود سے نکال کر اس سے بڑے ظالم سرمایہ دار اور جاگیردار کے خونخو شیشے میں جکڑ دے۔

عوام ذوالفقار علی بھٹو سے سوال کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بنیادی دستاویز میں کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے عوام کو آزادی بنا کر رکھا گیا ہے۔ وہ استحصال کا فکھ برتے ہیں کیا آپ جیسا عظیم سیاسی رہنما نہیں جانتا تھا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اصل ذمہ دار مغربی پاکستان کے مٹھی بھر سرمایہ دار تھے۔ اگر آپ حقیقی پاکستانی ہیں تو بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے پیشتر پاکستان پیپلز پارٹی کی تلوار اٹھائیے جو ختم کر دیں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو ان کی جگہ پاکستان میں ہیں، ان کی جگہ صرف تختہ دار ہے۔ بچ سکتا ہے۔ بچ سکتا ہے۔ ہادی اور مزدور کا پاکستان۔ عظیم پاکستان۔ اب آیتہ دھیں کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے مسئلے میں کیا جبر رہا ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی نے بنگلہ دیش کے بائیں میں جو تازہ ترین موقف اختیار کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت بنگلہ دیش کو

## مسلم بنگالی، مسلم بلوچ، مسلم پنجابی

### مسلم سندھی اور

### مسلم پنجپوں کی سرمایہ داروں

### کا تختہ الٹ دیں

تسلیم کرنے کے حق میں ہے پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور مرکزی ڈیرہ منہب خورشید جس میرا وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کے بیانات واضح طور پر نشانہ بن کر رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی اسے حکمران کیا فیصلہ چاہتے ہیں۔

صدر بھٹو اپنی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ارکان سے بنگلہ دیش کے سوال پر بہت چیت کر چکے ہوں گے اس ضمن میں پارٹی کی جانب سے قومی اسمبلی کے ارکان کو بھی مرکزی کمیٹی کے ارکان کی اکثریت کے فیصلے سے آگاہ کیا جا چکا ہو گا اب دیکھنا یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اس مسئلے کو کیوں اور عوام کے سامنے کس طرح پیش کرتی ہے اور ایوان کی اکثریتی جماعت

اپنے جوئر شریک اقتدار نیپ اور جمیعت العلماء اسلام کے ساتھ مل کر عوام کے سامنے کس طرح پیش کرتی ہے جس پر ملک گیر بنیاد پر ریفرنڈم یقینی ہے۔

بادر یہ کیا جا رہا ہے کہ جنگی قیدیوں کی وابستگی القوامی صورت حال اور صغیر پاک و ہند میں پراسن ماحول کے پیش نظر قومی اسمبلی عوام سے غلطی کی گئی کہ وہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیں۔ یہ بات مختلف ہے کہ عوام اسے منظور کرتے ہیں یا مسترد کر دیتے ہیں۔ مسترد ہونے کی صورت میں اسمبلی کو دوبارہ غور کرنا ہو گا۔

اب اس طرح تین فریق بن گئے ہیں۔

- ۱) پاکستان پیپلز پارٹی + جمیعت العلماء اسلام + نیپ + قیوم لیگ = بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا جائے۔
- ۲) جماعت اسلامی = بنگلہ دیش کو تسلیم کیا جائے۔
- ۳) کونسل لیگ + کونفیشن لیگ + جمیعت العلماء پاکستان + پی۔ ڈی۔ پی۔ پی = موقف واضح نہیں!

اب ہم صرف جماعت اسلامی نے کھل کر کہا ہے کہ ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت کریں گے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا تھا لہذا مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے الگ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات دوسری ہے کہ اس جماعت نے خود قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی، بنگلہ دیش کی تشکیل میں بھرپور حصہ لیا اور شیخ مجیب الرحمن کی منتخب جماعت عوام لیگ کی اکثریت کو یحییٰ حکومت کے ساتھ مل کر رک گیا۔

فرج کشادوں پر ایک بگس سوال حکومت کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا "الشمس" اور "البر" کے نامقوں بنگالی عوام کے "جشن قتل عام" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فرج کی کارڈ لایا "الشمس" اور "البر" کے سامنے ماند پڑ گئیں اور اس طرح فرج کو مشرقی پاکستان میں بدنام کرنے، بنگالیوں کے دلوں میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کے شدید رجحان کو تقویت پہنچانے اور مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ کرنے میں جماعت اسلامی نے اپنا تاریخی کردار ادا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جماعت اسلامی کے امیر نے قیام پاکستان کی جو مخالفت کی تھی، وہ اس پر آج بھی قائم ہے۔

مغربی پاکستان میں بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت بھی جماعت اسلامی کا پرانا سیاسی حربہ ہے



الفتح رپورٹ

ایاقت آباد میں پھیلے جنگاموں کی اداکار پولیس فائرنگ سے پاک ہونے والوں کی قریبی میونسپل کارپوریشن کے بازاریک مہندم عمارت، بلوچ چوٹی کے چیلے ہوئے درو دیوار ٹوٹے چھوٹے ترک گئے تھیں دسے جنگلیوں کی پٹی ہوتی کارٹیاں، میڈیٹائی کے رہسناؤں کے خلاف دیواروں پر بھیجی ہوئی کارٹاں بعض

دیکھتے ہی دیکھتے جگمگ رنج گئی۔ بھل اور سبزی پھینچنے والے  
بھیری لنگے والے، بساٹے اور پھناری اپنی اپنی دریاں اور  
راکے سینے خیال کردہ جوہی کے عالم میں گلیوں میں گھس گئے جہاں  
سب سے گھس گئیں۔ راہ گیر سیر پاؤں رکھ کر جگمگ گئے، بازار کی تمام میل

بارہ بجے تک پورے سیاحت آباد پر توڑ پھوڑ کرنے والوں کا  
راج رہا۔ بتایا جاتا ہے کہ رنگا مرائی کرنے والوں کے قافلہ جماعت  
اسلامی اور نیپ کے چند مقامی رہنماؤں کے ساتھ ایک چریٹ میں  
سوار ہو کر اوجھڑے اوجھڑت کرتے۔ توڑ پھوڑ کرنے والوں کو  
ضروی مہمات دیتے۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ چیخ و صراخ کر



قورچہ اور اوتارنش زنی کی وارداتیں برابر برہمنی کی محالیت کی  
 نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے منظم آبادیوں کا کوئی گولہ بازی اور لیاقت پابا  
 کے علاقوں میں پانچ بجے شام سے کرینڈ نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح رات  
 امن و سکون سے گزری۔ کرینڈ کے دوران کوئی ناخوش گوارہ واقعہ پیش  
 نہیں آیا۔

سوچنے والے سوچتے ہیں کہ جہاں تک اردو کا مسئلہ ہے تاخیر و  
بیانت آباد اور گولیاں میں بڑا تل اور گنگنوں کا یہ جوازل جاتا ہے  
ان علاقوں کی بڑی اکثریت کی مادری زبان اردو ہے لیکن آزادی  
صحافت کا دور صرف ان علاقوں کے رہنے والوں کے دلوں میں گہرا  
عطا۔ اس مسئلہ پر ملک بھر میں کہیں بڑا تل نہ ہوئی کراچی کے بہت بڑے  
جیسے جیسے بھی بڑا تل نہ ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تاخیر و بیانت آباد  
اور گولیاں کے علاقے پر جماعت اسلامی اور دوسرے مسلمان پندوں کا  
روح ہی سے نگاہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ انتخابات میں ان  
پتوں سے صرف جماعت اسلامی اور جمعیت العلماء پاکستان کے امیدوار  
کا تیاہ ہوئے۔ پچھلے چنناہ سے نیپے کی بڑی بڑا تل اور احمد عثمانی  
پر بھی جماعت کا دورہ پڑا ہے۔ اردو کا غم ورہ کے ستا ہے۔ لہذا  
وہ بھی اس علاقے کی قیادت میں بڑی مذہب جماعت اسلامی کے  
شریک کار ہو گئے ہیں جماعت اور نیپے کے لئے سوال مسائل کے حل  
کا تیاہ مسائل پیدا کر کے پھیل پارتی کو ان علاقوں کے عوام میں غیر متقبل  
بنانا ہے۔ بلکہ یہ کہ انتخابات میں جماعتین کے دلوں کی بندر بانٹ  
کرتی ہے۔

حقائق بتاتے ہیں کہ عالمیہ ہنگامے اسی سازش کے منسلک  
 باقی صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں

پہلی آئی اس لیے کہ پہلی گزاری نذرناش ہوئی تھی۔ اردو کے نام  
 کہنے والے پچھلے جنگاں میں بھی کئی گزیاں اس طرح جلائی  
 تھیں۔ پہلی آئی اس لیے کہ علاوہ اگر کسی اور ادارے کی گزیاں جلائی  
 تھیں تو وہ کراچی ایکٹرک سپلائی کارپوریشن ہے۔ ان اداروں  
 کی گزیاں بطور خاص جلائے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب جس  
 محبت اسلامی کی ذہنی تنظیم سیاسی حیثیت ٹریڈ یونین پہلی آئی اس لیے  
 بعض رہی۔ جماعت اسلامی و اسے پہلی آئی اس لیے کہ گزیاں کو پائٹو  
 رٹوں کی طرح محبت و شفقت سے دیکھتے۔ انہیں شریعت اسلام  
 نے سبانا مگر بس میں نے جاتے انتخابات میں دو ٹوٹھوں کے  
 استعمال کرتے مگر جب سے سیاسی کو پہلی آئی اس لیے جس شکست ہوئی  
 محبت اسلامی و اسے ان گزیاں کو ملبہ کراچی ہار کا بدلہ لینے میں کراچی  
 کی سپلائی کارپوریشن کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ پچھلے دنوں  
 روں میں رلیز ٹرم ہوا جماعت کی سرپرستی میں چلنے والے یونین کو  
 مت ہوئی لیذا سو دویوں کا مقاب اس کی گزیاں پر پناہ دینا  
 شہری کوئی کی رود تھک گیا کی عزائی کے باعث اندھیرے میں تپتے  
 ہو دویئے پہلی و درست کرنے والی گزیاں کو ملبہ کا پنے انتقام  
 عٹڈی کہتے ہے۔

یہ حال ۲۴ جولائی کو حامی ٹریڈل کی پہلی پکڑچی میں اگر کہیں  
جوئی نودہ بیاہت آباد آگئی اور اودہ ناظم آباد کے علاقے تھے۔  
نئے تعمیرات جیسے ٹینس کورٹ، ان ماحول میں کاروبار سیات  
کے مطابق چلتا رہا لیکن جن علاقوں میں ٹریڈل جوئی، ان میں

اس طرح لوگوں میں اشتعال پھیلنا شروع ہوتے ہی دیکھتے  
اولیٰ اور دوسری گاڑیوں پر چڑھ کر شروع ہو گئے۔ اس ہتھیاروں  
مال کرانے والوں کے ساتھ ملائے کے آثارہ لوٹنے بھی شامل  
کئے۔ پھر گولی مارا اور جڑی پڑی سب کچھ دی ہو گیا تھا آباد  
پہلے ہو چکا تھا۔ یعنی سڑکوں پر گاڑیوں کی گھنٹی، ٹائرول  
توڑا اور دکان سے گئے توڑا اور شروع ہوئی تو دوکان میں دھڑا  
ہو رہا نہ ہو گئے۔ راہ گیر بدحواس ہو کر بھاگ گئے بازار سستان



## لیٹیوں کے مفادات کو "قومی مفاد" کا نام دیا گیا

افتح رپورٹ

لکھنؤ جہاں قریب کر کے عوام نے برطانوی نوآبادکاروں سے آزادی حاصل کی۔ لیکن فرنگی لیٹیوں کے چبے جانے کے بعد منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ جی جاگیر داروں اور دیگروں نے پاکستان کی جتنی مخالفت کی تھی، اتنا ہی وہ تحریک آزادی کے مجاہدین کے عوام کے سر پر مسلط ہو گئے۔ مہندہ اقتدار پر بیٹھ کر اس ملک کو اپنی جاگیر اور عوام کو اپنے ماری سمجھنے لگے۔ ہندو بیٹیوں کی بجائے مسلمان بیٹیوں نے عوام کا استحصال شروع کر دیا اور پھر یہ راز افشا ہوا کہ یہ کاسے آگے مسلمان بیٹے اور وہ بڑے ذہن تاملی احترام ہیں بلکہ یہی "قوم" ہیں۔ ان کا مفاد "قومی مفاد" ہے اور وہ کروڑوں عوام جہنم نے جگہ آزادی لڑی، ایک حقیر اور قابل نفرت جہنم ہیں۔ ان کے مفادات، حقوق، قومی مفاد اور تقاضوں کے منافی ہے۔ "قومی مفاد" کے نام پر جہاں اس ملک میں خردوں کسانوں اور محنت کش عوام کا استحصال کیا گیا۔ وہاں عوام کی آواز اٹھانے پر اخبارات پر پابندی لگا دی گئی۔ اب ایک قومی مفاد کے نام پر جن اخبارات کے خلاف کارروائی کی گئی وہ یہ ہیں۔

روزنامہ انقلاب لاہور نے مجاہدین کی ہلاکت میں تسلی سے کام لینے پر وزیر اعلیٰ پنجاب نواب محمد علی پور کوئی نکتہ چینی کی۔ صوبائی حکومت نے اس اخبار پر سرکاری اشتہارات کے دروازے بند کر دیئے۔ حکومت کے اس اقدام کی بھی حزب انقلاب نے کوئی پرواہ نہ کی اور یہ تو رشوت و فساد پر نکتہ چینی کرتا رہا تو حکومت پنجاب نے اس کے نیوز پرنٹ کا کوٹہ منسوخ کر دیا۔ کچھ عرصے تک اخبار کی انتظامیہ بلیک مارکیٹ سے نیوز پرنٹ خریدتی رہی جس سے اس کا خرچہ دوگنا ہو گیا۔ نتیجتاً نومبر ۱۹۵۹ء میں انقلاب اپنی موت آپ مر گیا۔

۱۹۵۰ء میں روزنامہ پاکستان انڈیا نے ڈھاکہ نے مرکزی حکومت پر تنقید کی کہ اس نے پولیٹر ٹرنگ کی قیمت گھٹے ہی پاکستانی کرنسی کی قیمت میں کمی نہیں کی اس پر مرکزی حکومت نے اس کو سرکاری اشتہار دینے بند کر دیئے۔

۱۹۵۲ء فروری میں روزنامہ پاکستان انڈیا



# صحافت

## نہ پہلے آزاد تھی

## اور نہ اب

ڈھاکہ نے وزیر اعظم کو اپنی نکتہ چینی کا نشانہ بنایا۔ حکومت نے صوبائی سیفیٹ ایکٹ کے تحت پاکستان انڈیا کے پیر ملک اور نیشنل گورنر قرار کیا۔ اخبار کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا۔ اخبار کی انتظامیہ نے عدالت سے رجوع کیا۔ مقدمہ تقریباً ایک سال تک چلتا رہا۔ ۱۹۵۴ء میں عدالت نے حکومت کے عائد کردہ الزامات بے بنیاد قرار دیتے ہوئے اخبار کے مدیر، ملک اور نیشنل گورنر کو باعزت طور پر رہا کر دیا۔ اخبار کا ڈیپارٹمنٹ بھی بحال کر دیا گیا۔ اس دوران اخبار چھپنے لگا اور سینکڑوں ملازمین نے روزگاری کا شکر ادا کیا۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ خانبختار نے اخبار کو حکومت پر نکتہ چینی سے باز رکھنے کے لیے انہیں رشوت دی، اخبارات کی اجتماعی خریداری پر دو لاکھ سے زائد رقم صرف کی گئی اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) جون ۱۹۵۱ء، کل رقم پچاس ہزار روپے۔

(۲) آفاق ۲۲ ہزار روپے، زمیندار آٹھ ہزار روپے۔

(۳) دسمبر ۱۹۵۱ء، کل رقم ۴۵ ہزار روپے (احسان)

اٹھارہ ہزار روپے، آفاق اٹھارہ ہزار روپے، مغربی پاکستان

سات ہزار روپے، زمیندار پانچ ہزار روپے۔

(۴) جون ۱۹۵۲ء، کل رقم ایک لاکھ روپے (آفاق)

۴۵ ہزار روپے، احسان ۴۰ ہزار روپے، زمیندار ۵ ہزار روپے

اور مغربی پاکستان پانچ ہزار روپے)

(۵) دسمبر ۱۹۵۲ء میں تین ہزار روپے مغربی پاکستان

کو دیئے گئے۔

نومبر ۱۹۵۰ء میں "ٹان" کراچی نے زیارت علی خان

کے قاتلوں کا سراغ لگانے کی مہم بڑے زور شور سے شروع

کی۔ وزیر داخلہ مشتاق احمد گورمانی کو اپنی نکتہ چینی کا نشانہ

بنایا۔ اس پر حکومت نے ذہن "ٹان" پر سرکاری اشتہارات

کے دروازے بند کر دیئے بلکہ یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ

سرکاری دفاتر میں "ٹان" نہ خریدا جائے۔ کچھ عرصے کے

بعد یہ حکم واپس لے لیا گیا۔

مسلم لیگ کو آئی آئی چند گیر کی قیادت میں

ڈیڑھ ماہ کے لیے وزارت عظمیٰ ملی۔ عسکری نے اعلان

کیا کہ اخبارات کو آزادی دے دی گئی ہے لیکن چن



دلوں کے بعد ہی ماہنامہ ”مرکز“ کراچی کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔

ایوب خان نے برابر اقتدار آتے ہی بنیادی حقوق سلب کر لیے۔ پریس پر سب سے زیادہ زبانی بند کر دی گئی۔ اس پر بھی دل نہ بند تو پی پی ایل کا اخباری ادارہ ”جوباکستان“ ٹائمز، ”امروز“ ٹیلی وینٹاز اور ”اسپورٹس ٹائمز“ شائع کرتے تھے۔ اس کے مالک میاں افتخار الدین سے چھین لیا گیا اور ایک ذبحی کو اس کا ناظم مقرر کیا گیا۔ اس طرح سے پی پی ایل حکومت کے قبضہ میں آ گیا۔ پھر نیشنل پریس ٹرسٹ بنایا گیا اور ”شرق“، ”انجام“، ”مارنگ نیوز“ کراچی و ”دھاکہ“، ”پاکستان ٹائمز“، ”امروز“ وغیرہ ”ونیک پاکستان“ ڈھاکہ وغیرہ کو مالکان کی مرضی کے خلاف نیشنل پریس ٹرسٹ میں شامل کر دیا گیا۔ بعد میں ”انجام“ کو بند کر کے ”مشرق کراچی“ کا اجرا کیا گیا۔

۱۹۶۲ء میں روزنامہ کوہستان لاہور کو تین طالب علموں کی ہلاکت کے خلاف شائع کرنے پر تین ماہ کے لیے بند کر دیا گیا لیکن بائیس دن کے بعد اس کا ڈیکلریشن بحال کر دیا گیا۔

۱۹۶۳ء کے صدارتی انتخابات میں روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی۔ اس جرم کی پاداش میں سرکاری اشتہارات بند کر دیے گئے۔

روزنامہ ”اتفاق“ ڈھاکہ نے ایوبی آمریت کے خلاف آواز اٹھائی تو اس کے مدیر ہانک میاں کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔

۳۳ فروری ۱۹۶۱ء کو پولیس نے ولیم بلز کے مزدوروں پر وحشیانہ فائرنگ کی۔ لاشیں غائب کر دیں۔ ہفت روزہ ”الفتح“ کراچی نے کراچی انتظامیہ اور پولیس کے اس جھیاک جرم کی نشاندہی کی۔ ۱۸ فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں ادارہ بعنوان ”لاشین کہاں ہیں؟“ اور ایک مضمون ”یارو ایک لڑائی ہے سایگان سے منگھوڑیوں“ شائع کیا۔ حکومت نے اس ادارہ اور مضمون کو قومی مفاد کے خلاف قرار دیتے ہوئے بغاوت کے الزام میں ماثلاً کے ضابطہ ۱۶-اے-۱۷ اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت مدیر، ناشر، پرنٹر اور نائب مدیر کے خلاف مقدمہ قائم کیا۔

۱۹۶۱ء میں پی پی پی پارٹی کے ترجمان روزنامہ ”مسادات“ لاہور نے یحییٰ حکومت کے خلاف اپنی جہد تیز کر دی۔ بانی کی غیر مصفاہ تقسیم کی ذمہ داری گورنمنٹ عہد عتیق الرحمن پر عائد کی تو گورنمنٹ نے سات دن

کے لیے اس اخبار کو بند کر دیا جس کا شدید رد عمل ہوا۔ اடுத்தین دن کے بعد ہی اخبار شائع کرنے کی اجازت ملے دی گئی۔

۵ اپریل ۱۹۶۲ء پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے ہفت روزہ ”پنجاب“ ہفت روزہ ”زمین“ اور ماہنامہ ”اردو ٹائمز“ لاہور کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔ ان کے مدیر اور ناشرین کو گرفتار کر لیا گیا اور حکم جاری کیا گیا کہ ان کے مدیر کسی اور اخباری ادارے میں ملازمت بھی نہیں کر سکتے۔ انہیں ملازم رکھنے والوں کو بھی قابل تہذیب ٹھہرایا جانے گا۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے حکومت پر نکتہ چینی کی اور حاکموں پر کھینچا اچھالا۔ ماثلاً لاہور کے تحت ان کے مدیروں اور ناشرین کو سزا سنائی اور جرمانے بھی سنائے گئے۔ لیکن تین ماہ کے بعد مارکر دیا گیا جب یہ جرم مدد بارہ شائع ہوئے تو ۲۶ جولائی کو ان کے ڈیکلریشن کا عدم قرار دے دیے گئے۔ ڈاکٹر گریٹ آف پبلک ریلیشنز پنجاب نے ایک خط کے ذریعے ان جرمیوں کے ناشرین کو اطلاع دی کہ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کی دفعہ ۹ (۳) کی روشنی میں ان کے ڈیکلریشن ختم ہو چکے ہیں۔ اس دفعہ کے تحت اگر کوئی ہفت روزہ نگار دو ہفتے تک اور ماہنامہ دو ماہ تک شائع نہ ہو تو ڈیکلریشن منسوخ سمجھا جائے گا۔ ڈاکٹر گریٹ آف پبلک ریلیشنز اس خط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان جرمیوں کے ڈیکلریشن سب سے پہلے یہ آرڈیننس کی دفعہ ۹ (۵) کی راہ اپناتے ہیں اس کے تحت پبلشرین اور پرنٹروں کو ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ کو اپنی ضمانت کے ذریعے اس بات سے مطمئن کر کے ان کے جرم سے ایسی وجوہ کی بنا پر جو ان کے بس سے باہر تھے نہ تو شائع ہو سکے اور نہ ہی شائع ہو سکتے تھے۔

حکومت کی یہ دلیل نہایت بودی ہے۔ حکومت جانتی ہے کہ اس نے خود ان جرمیوں کو بند کیا، مدیروں اور ناشرین کو پابند سلاسل کیا۔ اور یہ حالات ناشرین اور پرنٹروں کے بس سے باہر تھے لہذا ضمانت کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

۱۷ جولائی ۱۹۶۲ء کو مرکزی حکومت نے روزنامہ ”سن“ کراچی کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا ہے۔ اس اخبار نے ۱۷ جولائی ۱۹۶۲ء کے شمارے کی تمام کاپیاں اور پریس بجٹی سرکار ضبط کر لیا گیا۔ یہ اقدام ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت کیا گیا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ اس اخبار نے لسانی آرڈیننس نافذ ہو گیا کے عنوان سے ایک خبر منسوخ کر کے لیے پیش کیے بغیر لگا دی۔ اس

طرح نہ صرف منسوخ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا۔ بلکہ عوام میں انتشار اور حلقہ انتشار بھی پھیلا دیا۔

۱۸ جولائی ۱۹۶۲ء کو حکومت پنجاب نے روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور اور روزنامہ ”سامرا“ لاہور کے ناشرین اور پرنٹروں کو اظہار وجوہ کے نوٹس دیے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ۲۲ جولائی کی دوپہر تک وہ وجوہ بتائیں کہ ان سے قابل اعتراض تحریریں شائع کرنے اور چھاپنے پر ساتھ ساتھ ہزار روپے کی ضمانتیں جمع کرنے کے لیے کیوں نہ کہا جائے۔ ان اخبارات پر پنجاب اور سندھ کے عوام کے درمیان منافرت پھیلانے کا الزام لگایا گیا۔

۲۲ جولائی کو حکومت پنجاب نے روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی کے پرنٹر اور پبلشر کے نام اظہار وجوہ کے دو نوٹس جاری کیے اور کہا گیا کہ ان سے تیس تیس ماہ کی ضمانت جمع کرانے کے لیے کیوں نہ کہا جائے۔ ”جنگ“ راولپنڈی پر ۶ جولائی کو لسانی فسادات کے سلسلے میں نکلے جانے والے جلوس سے متعلق ایک قابل اعتراض خبر شائع کرنے کا الزام لگایا گیا۔

۲۵ جولائی ۱۹۶۲ء کو روزنامہ ”جنگ“ کوٹہ کا پرنٹر کا کوٹہ منسوخ کر دیا گیا۔ اس پر نیو پیپر کنٹرول آرڈیننس کی دفعہ ۵ (۲) کی خلاف ورزی کرنے کا الزام لگایا گیا۔

چند سرخبر جناب فی الفقار علی بھٹو کے ساتھ

# لاٹکانہ

# سنگ

قائد عوام کے سرفراز صحافی  
محبت شام کے قلم سے

پن رویت کا پہلا سفر نامہ ہے جس کی کہانیاں دھاکا، لاہور، ریس، سندھ کے ریگستانوں، پہاڑیوں، دریاؤں، کوئٹہ، کراچی، کابل اور سوڈانی وادیوں میں واقعہ کی بڑے کساد قدم پر مدد ملی انتظامیہ کی تاریخ علی جد جہد کا حصہ بناتے ہیں۔ تیرت دن ۳۳۰۰۰

مستشرقین اور محققین حضرت آج کی اس کتاب پر بڑے فخر و فخر

فیصل فورم ۳۳۰۰۰ سٹورل ٹریڈ لائیو ایس ایس پی کراچی

جون ۱۹۶۲ء



# آزادی صحافت کے نام پر عوام دوست صحافیوں کو برطرف کر دیا گیا

البوالمنصور

اُردو کے نام پر کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں قتل غارت گری کا جو بازار گرم ہوا۔ ابھی اس کے زخم تازہ تھے کہ کراچی کی اُردو دہلے والی جہاز رستوں میں مہم جوئی کو قنفذ و فساد کی لگائیے بار پھر ہلکا اٹھی۔ بیچنگاے جی اسی نظم سازش کی ایک کڑی تھی جس کے تحت زبان کے مسلکی آڑ میں وسیع پیمانے پر جہاز رستوں کی فسادات برپا کرانے گئے۔

عالمی ہنگاموں میں آزادی صحافت کو بحال بنایا گیا۔ یہ بظاہر روزنامہ "سن ٹریبانڈی" کے خلاف احتجاج تھا۔ لیکن یہ مسئلہ نہ تازہ نہ بھی کوئی دوسرا مسئلہ صحافتی کے لئے پیدا کیا جاتا۔ اس کے لئے زمین پہلے ہی ہموار کر لی گئی تھی۔ چنانچہ جس روزنامہ سندھی تازہ پر سمجھوتہ کا اعلان ہوا۔ اسی روز جماعت اسلامی کے غیر سرکاری اخبار "جنگ" نے "جہازوں کے قتل عام" کے عنوان سے ایک اشتعال آغیز ادارہ لکھا۔ حالانکہ شہر کی پاکستان میں جہازوں پر حملہ و ترمیم کوئی نیا المیہ نہیں اس سلسلے میں پہلے ہی کراچی میں بہت جنگ مر پاہ چکا ہے۔ سناس کے اخبار کا اس وقت موقع تھا۔ مذکورہ جواز تھا۔ یہ صرف پلڑ پڑی کی حکومت کے خلاف نیا محاذ کھولنے کا سنگ میل تھا۔

گراس کی فوج نہ آئی دشا یہ بعد میں آئے۔ اسی دوران کراچی کے صحافیوں نے پی ایف ایف اور کے ایف کے قیادت میں "آزادی صحافت کے جذبے سے سرشار جہاز رست" پر پابندی اور پنجاب کے تین اخبارات کو اظہار وجہ کے نمونوں کے خلاف آواز بلند کیا۔ اس مہم میں این۔ یو۔ جے اور سٹی این ایس کے ساتھ جماعت اسلامی اور دوسری اسلام پسند جماعتوں کے دوش بدوش نیپ بھی کسی نہ کسی طور شامل ہو گئی۔

یہ عجیب اجتماع مذہبی قائد عالم اور مظلوم ایک صف میں کھڑے تھے۔ شہر اور بحری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ اس لئے کوہا بن یو جے اسلام پسند صحافیوں کی وہی جماعت ہے جس نے پی ایف ایف کے ختم کرنے کے واسطے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی سیدھی ملحدہ بنائی۔

اپریل ۱۹۷۰ء میں جب حامل صحافیوں نے اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد کی اور ملک گیر پڑتال کی تو اسلام پسند صحافیوں کا یہ طائفہ پی ایف ایف کے میں شامل تھا۔ پڑتال کا آغاز عموماً اسلام پسند صحافیوں کا کردار رہا تھا کہ پڑتالوں کے ساتھ پورے جوش و خروش کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ وہ غالباً جیتتے تھے اور راتوں کو کچھ چھپ کر احکامات کے مالکان کے ساتھ ساز باز کرتے تھے۔ پڑتال صحافیوں کی تمام سرگرمیوں کی ایک ایک تفصیل بتاتے تھے۔ پڑتال کو ناکام بنانے کے مقصد سے تیار کرتے تھے۔

یہ پاکستانی صحافت کی تاریخ کا وہ پُر آشوب دور تھا جب میڈیا پارٹی ملک کی واحد سیاسی جماعت تھی جو حامل صحافیوں کی جمہوری جدوجہد میں بار بار کی شریک تھی اور جماعت اسلامی اور دین بازوں کی تمام سیاسی جماعتیں اپنی محدودت کے روائے نامہ ذریعہ اطلاعات و ابزادہ شیر علی حاکم کی قیادت میں حامل صحافیوں کی پڑتال کو ناکام بنانے کے لئے ہر طرف سازشوں کا جال بھیلانے میں۔ ان دنوں پڑتال کرنے والے صحافیوں کو پاکستان دشمن، کافر اور ملحد کہا جاتا ہے ان کے خلاف طرح طرح کی گراہی خبریں شائع کرائی جاتی ہیں۔ شہر بھر میں انات دیئے جاتے۔ فوج سے جاری کئے جاتے۔

اس طرح اخباری سرابداروں، جماعت اسلامی اور ذریعہ طائفہ کے متحدہ عمائد نے پڑتال کرنے والے صحافیوں کے خلاف مورچہ لگایا۔ ان کے جمہوری حقوق پر پشخون مارنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ جب پڑتال کامیابی اور کاروائی کے مراحل طے کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور اخبارات کے مالکان ان کے عزم اور حوصلے کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرنے لگے تھے اور کھٹا اڑانے کے سوا کوئی چارہ کار نہ پا رہے تھے تو جماعت اسلامی نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلایا تمام اسلام پسند صحافی اپنے دوسرے ساتھیوں سے فدااری کیسے کے راتوں رات اخبارات میں واپس چلے گئے۔ انہوں نے جماعت کارکنوں کیساتھ مل کر اخبارات کی اشاعت شروع کر دی۔ پڑتال ناکام ہو گئی۔

اخباری سرابداروں کی تنظیم نے پی این ایس، دی جماعت ہے۔ جس نے حامل صحافیوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کرنے

کے لئے یہ سکا اور ٹھکانہ خیر مذہر تراشا تھا کہ وہ کوئی تنظیم نہیں چنانچہ جب صحافیوں کی پڑتال ناکام ہو گئی تو اسی نے پی این ایس نے جماعت اسلامی کی سفارش پر چن چن کر ان تمام صحافیوں کو برطرف کر دیا جو جماعت کے حلقہ فوج تھے۔ اس خبر کا رد وائی کی تائید اور حمایت میں شوش کا تیشی اور مالطاف حسن قریشی نے "چٹان" اور "زندگی" کے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیے۔ مردودی، احتشام الحق اور زرداری نے تحسین و آفرین کے ایسے ڈھول پیٹے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

اور حضرت و شادمانی کی شہنائیاں بجتی تھیں جس فتح منایا جاتا تھا۔ دوسری طرف حامل صحافیوں کے گھروں میں اندھیرے کی پرچھائیاں منڈلاتی تھیں۔ یاس اور نا اُمیدی کے سائے پھیلتے تھے۔ مستقبل تاریک تھا۔ فائدہ کشی اور بے روزگاری کا حضرت منہ کھلے کھڑا تھا۔ ظالموں نے احتجاج کا حق تک چھین لینے کی کوشش کی۔ پی ایف ایف کے قتل کرنے کے لئے ایک سازش کے تحت نے پی این ایس کی سرپرستی میں این آر جے قائم کی جس کا بنیادی مقصد اخبارات پر اسلام پسندوں کا قبضہ تھا اور دوسرے صحافیوں کو ان کی جہاز رستوں سے محروم کرنا تھا۔ انہیں فائدہ کشی اور بے روزگاری کے عذاب میں مبتلا کرنا تھا۔

اپنی ان کوششوں میں ان اسلام پسند صحافیوں اور ان کے آقاؤں کو کامیابی بھی حاصل ہوئی کہ کم و بیش دوسرا ملک سیکڑوں صحافی بے روزگاری کے عذاب میں مبتلا رہے۔ مرد سال کا یہ پُر آشوب سلسلہ تاریک راتوں اور تاریک دنوں کا طویل سلسلہ تھا۔ یاد تازہ ناگ سلسلہ اس وقت ٹوٹا۔ اس عذاب سے پروردگار صحافیوں کا اس وقت نجات ملی جب میڈیا پارٹی برسرِ اقتدار آئی۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ پروردگار صحافی اپنی ملازمتوں پر بحال ہوئے۔

غرضیکہ آزادی صحافت کا ایک ٹوپ وہ تھا جو کھینچنے والی نے اپریل ۱۹۷۰ء میں دیکھا۔ اس وقت حامل صحافیوں کی حمایت میں کہیں پڑتال نہ ہوئی۔ جتنی کیا وقت آباد، ناظم آباد، گولی مار میں بھی



# پھر سے آپ کے

# سب سے

efu کی نئی اور انوکھی بیم پالیسی

اس انوکھی اسکیم کے تحت آپ پہلا پرمیٹیم ادا کر دیں اور پھر دس سال تک آپ کی پالیسی کبھی کا عدم نہ ہوگی۔ خدا نخواستہ اس مدت میں اگر موت واقع ہو جائے تو انشورنس کی پوری رقم ادا کی جائے گی، خواہ

- آپ نے پرمیٹیم کی آئندہ قسطیں ادا نہ کی ہوں۔
- پالیسی سنڈر (حوالے) کر دی ہو۔
- یا اُسے ادا شدہ (پیڈ آپ) پالیسی میں منتقل کر دیا ہو۔

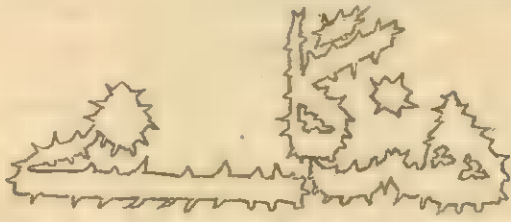
آپ کو یہ جاننا چاہیے کہ:

- مقررہ میعاد پوری ہونے کے بعد انشورنس کی پوری رقم ادا کی جائے گی۔
- اگر دس سال کے اندر موت واقع ہو جائے تو انشورنس کی کل رقم کے علاوہ والد شدہ پالیسی کی قیمت بھی ادا کی جائے گی (اگر وہ اس سے پہلے ادا نہ کی گئی ہو)۔
- آپ پرمیٹیم کی رقم جب چاہیں ادا کریں پالیسی کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔

ایسٹرن فیڈرل یونین انشورنس کمپنی لمیٹڈ

آپ کے اپنے بیمہ کیف





# اردو کے لئے نہیں سیاسی انتقام کے لئے ہوتے

دو  
اردو  
آرڈیننس

## شاہد

اردو کے نام پر پچھلے دنوں پورے سندھ میں جہاں سندھی وندادت کی آگ بھڑکی مسلمان نے مسلمان کے خون سے ہاتھ دنگے۔ قتل و غارتگری کی ہولناکیاں کر رہے تھے۔ کتنے ہی خاندان بے سہارا ہو گئے۔ کتنے ہی گھر بے گھر ہو گئے۔ کسی کے سر سے اپ کا سایہ اٹھ گیا۔ کوئی ماں کی باتنا سے محروم ہو گیا۔ کسی کا دھار بھڑکا کسی کا گھر بار بھڑکا۔ بے گھروں کے قافلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کو جہاں پناہ نظر آئی وہ اس طرف بھاگ پڑا۔ کسی پر تو سی کا اعتماد ٹوٹ گیا۔ سب بھلائی کی قربانی بن گئے۔ دیکھتے دیکھتے ہر گھر بے گھر ہو گیا۔ ہر آدمی بے گھر ہو گیا۔

لیکن اتنی بڑی تباہی اور بربادی کا صلہ کیا ملے۔ صرف ایک آرڈی نٹس آیا۔ آرڈی نٹس گورنر سندھ نے سندھی زبان کے بارے میں نافذ کیا ہے۔ اس آرڈی نٹس پر اردو کے علاوہ سندھی زبانوں میں سمرت اور اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ یا آرڈی نٹس یہاں نہیں چند روز قبل ہی سیاسی آرڈی نٹس جاری کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی اردو کے ان مانندوں نے اس کی تائید کی تھی۔ اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

جب پہلا آرڈی نٹس اطمینان بخش تھا تو دوبارہ اسے کیوں جاری کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے مانندے تو مطمئن ہو گئے۔ مگر اردو بولنے والے جہاں جہاں مطمئن رہتے۔ انہوں نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ مانندوں کا گھیراؤ کیا۔ انہیں طرح طرح کی دھمکیاں دیں کہ ہم کھانا دیتے ہیں۔ اس صورت حال سے پریشان ہو کر مانندے بھاگے بھاگے صدر بڑے کے پاس پہنچے۔ فریادیں کرتے کہ اردو بولنے والے آرڈی نٹس سے مطمئن نہیں ہیں۔ ٹیلی فون پر بلے بھڑکی کی جانب سے۔ قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ گھروں کا بھڑکاؤ ہے۔ چنانچہ آرڈی نٹس کے متن کی اشاعت روک دی گئی۔ اردو کے ان مانندوں کے مشورے سے آرڈی نٹس میں ترمیم کی گئی۔ لیکن

دعوات کی وضاحت کی گئی۔ اس کے باوجود اس آرڈی نٹس اور پچھلے آرڈی نٹس میں کوئی فرق نہیں۔ صرف چند الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ اگر تو خبر سے مطالعہ کیا جائے تو ترمیم اور وضاحت کے باوجود آرڈی نٹس اور سندھی زبان کے بل میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ جہاں جہاں کو صوبائی اسمبلی نے منظور کیا تھا اور جس کے خلاف بطور احتجاج اردو کی حمایت میں تحریک چلائی تھی۔ جو ہزاروں خاندانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث بنی۔

دراصل آرڈی نٹس اور بل میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ آرڈی نٹس میں اردو بولنے والے حکومت سندھ کے ملازمین کے لئے بارہ سال کے لئے تحفظ کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ بل میں اس کا ذکر نہ تھا۔ ضرورت بھی نہ تھی۔ سرکاری ملازمت کے قواعد و ضوابط میں ایسے تحفظات کی پہلے ہی سے ضمانت موجود ہے۔ پھر اس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ اس لئے کیا گیا کہ اردو کے خلاف سازشیں جاری ہیں۔

## بل اور آرڈی نٹس

### ایک ہی مسئلے کے دو رخ ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ آرڈی نٹس اطمینان بخش ہے تو سندھی زبان کا بل بھی اطمینان بخش ہے۔ اگر بل اردو کے حق میں نہ تھا تو یہ آرڈی نٹس کس طرح اردو کے حق میں ہو گیا۔ اس لئے کہ اردو کو جو تحفظ آرڈی نٹس میں دیا گیا ہے، وہی تحفظ اردو کے لئے بل میں موجود ہے۔ دعوات اور قانونی اصلاحات کی وضاحت سے نفس بے پروا ہو کر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حقائق اپنی جگہ رہے اور حقائق یہ ہیں کہ آرڈی نٹس میں اردو کی جو حیثیت متعین کی گئی ہے، وہی بل میں موجود ہے۔ یہ کہنا کہ آرڈی نٹس میں بل کے مقابلے میں اردو کو تحفظ مل گیا ہے، جو گزشتہ نہیں۔ یہ سیاسی شبہہ گری ہے۔ حوام کی آنکھوں میں حیل چھونکنے کی کوشش ہے۔

صحیح صورت یہ ہے کہ سندھی زبان کے بارے میں صوبائی اسمبلی نے جو بل منظور کیا ہے، وہ نہ صرف پاکستان کے جمہوری آئین کے تحت ہے بلکہ اس سے قطعی مطابقت رکھتا ہے۔ بل میں اس بات کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

”جمہوری آئین کی وضاحت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت سرکاری محکموں، دفاتر، پبلشنگ ہاؤسز اور اسمبلی میں سندھی زبان کے ترقی پزیرانہ مقاصد کے لئے انتظامات کر سکتی ہے۔“

جمہوری آئین کی دفعہ ۱۲، شق ۲۰۰ میں نہایت وضاحت کے ساتھ اردو کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا ہے۔ علاقائی زبانوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ صوبائی اسمبلیاں قومی زبان اردو کے ساتھ علاقائی زبانوں کی ترقی اور فروغ کر سکتی ہیں۔ تعلیم، ذرائع اور استعمال کے لئے قانون بنا سکتی ہیں۔ اردو زبان کے تحفظ کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ضمانت ہو سکتی ہے۔

بہا صوبائی اسمبلیوں کا سوال تو وہ جمہوری آئین کے دائرہ اختیار سے بے گروہا نہیں۔ جمہوری آئین کے مقابلے میں ان کی حیثیت خود مختار اداروں کی نہیں ذیلی اداروں کی ہے۔ جمہوری آئین کے تحت عدالتوں کو کیا اختیار حاصل ہے کہ اگر کوئی صوبائی اسمبلی آئین کی خلاف ورزی کرے تو وہ اسے توڑ کر گورنر صاحب نافذ کر سکتے ہیں۔ صوبائی تنظیم و فنس کو مرکزی حکومت کی تحویل میں دے دیتے ہیں۔ اسی صورت میں کسی صوبائی اسمبلی کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ آئین کی خلاف ورزی کرے اپنے لئے شکایت پیدا کرے۔ خصوصیت کے ساتھ اسی صورت میں جب کہ مرکز اور صوبہ سندھ میں ایک ہی سیاسی جماعت کی حکومت ہے۔

اگر صورت حال یہ ہے تو پھر سندھی زبان کے بل پر یہ شکا کیوں رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ بل کا سوزہ کچھ اس طرح تیار کیا گیا کہ اس سے ابہام کا پہلو نکلتا ہے۔ بل بہا آئین، ان کی زبان ہمیشہ



قانون کی زبان ہوئی ہے۔ جسکی زبان بھتی ہے جس کی تشریح اس  
 نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی آئین نافذ ہوئے، وہ ہم  
 کہلاتے۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی ہر آئین کی تشریحات  
 کا سلسلہ جاری ہے۔ ماہرین قانون ان میں نت نئے نکات پیدا کرتے  
 ہیں۔ حالانکہ ان پر ہفتوں، مہینوں، بلکہ برسوں بحث ہوتی ہے  
 ایک ایک دفعہ کی تشریح سے دفتر کے دفتر بھر گئے۔ اور ہزار سلسلہ  
 ختم نہیں ہوا۔ کسی نے سوچا ہے کہ کوئی آئین کوئی قانون مکمل نہیں ہوتا  
 سندھی بل کے خلاف ہنگامہ رانی کی دوسری وجہ اور  
 بنیادی وجہ یہ ہے کہ اردو کے یہ خود ساختہ نامندے اعلان کے منبرا  
 اپنی علمی اور مذہبی کم تائی کے سبب بل کا مفہوم پاؤں سے  
 سمجھ ہی نہیں سکے یا جنہوں نے اسے سمجھا انہوں نے سیاسی طبیعت  
 کے باعث جان بوجھ کر غلط فہمیاں پیدا کرائیں۔ سیاسی فضا۔ کچھ  
 ایسی تھی کہ شک و شبہات پہلے سے موجود تھے۔ اردو بولنے والوں  
 میں بیشک و شبہات موجود ہیں کہ اخبارات، اخبارات اور جگت  
 سے پھیلے تھے۔ انہوں نے سندھی دہانوں کے بیانات توڑ ٹوڑ  
 کر شائع کئے۔ درست ہے کہ بعض انتہا پسند سندھی طلباء اور سیاست  
 دانوں نے غیر ذمہ دارانہ روش اختیار کی۔ مگر ان اخبارات نے انہیں  
 اشتعال عجز بنایا۔ نفرت کا بیج بویا۔

غرضیکہ فضا میں کشیدگی تھی۔ لہذا اندر ہی اندر یکساں قابل  
 کے پیش ہمنے سے پہلے ہی موجود ہیں اور دوسرے اسلام پسندوں  
 نے طرح طرح کی افواہیں پھیلائی شروع کر دی تھیں۔ اسی دوران  
 نقیض عوامی پارٹی کے سیکرٹری جنرل محمد امین عثمانی نے اپنی پارٹی کے  
 ساتھ اختلافات پیدا ہوئے۔ انہیں اپنا سیاسی مستقبل تاکیک نظر آنے  
 لگا۔ انہوں نے پارٹی سے بغاوت کی۔ اس کے مشور کی حکم کھانا غلط نہی

کی اور مہاجرین کی لیڈری سنبھالنے کے شوق میں اردو کے نام پر  
 موجودوں اور اسلام پسندوں کے حلقہ تجوش ہو گئے۔  
 اس سیاسی گٹھ جوڑنے فضا کو اور گند کیا۔ کراچی کے  
 سرمایہ داروں نے جو مزدوروں کی حمایتی انقلابی ہڑتال سے پہلے ہی  
 بددعاس تھے، اس صورت حال کو غنیمت جانا۔ مزدوروں کی تحریک  
 کو سبوتاژ کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔ انہوں نے سیاست گردوں کے اس گروہ  
 کی سرپرستی فرمائی۔ اس طرح ایک سازش کے تحت اردو کے نام پر  
 پورے سندھ میں مہاجر سندھی فسادات پیدا کرائے گئے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ہر جگہ ان دامن بحال ہو چکا ہے  
 جماعت اسلامی، نیپ اور سرمایہ داروں کی سازش کا شکار ہو کر جو  
 لوگ ہنگاموں اور فسادات میں شریک ہوئے، ان کی آنکھیں کھلتی  
 جا رہی ہیں۔ غلط فہمیاں رفع ہوتی جا رہی ہیں۔ سازشیں اور خود  
 ساختہ اردو کے نمائندوں کے خلاف نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ نیپ  
 کے کارکن اردو بولنے والے مہاجرین کے علاقوں میں جانے سے  
 کتراتے ہیں۔ جو لوگ مہاجرین اور اردو کے نمائندے تھے ان کا  
 حال یہ ہے کہ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک گرز ہے اور ہر جگہ اپنی  
 پوزیشن صاف کرنے پھرتے ہیں۔ اخبارات کراچی صفا میں بیانات  
 دیتے ہیں۔ مضامین شائع کر دیتے ہیں۔ ٹیلی فون پر لوگوں کی مسلسل  
 گالیاں سنتے ہیں۔ ڈر کے مارے گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ انہیں  
 ہر طرف خطرہ ہی خطرہ منڈلاتا نظر آتا ہے۔ ہر دم گھروں پر محسوس کا  
 دھڑکا رہتا ہے۔

لیکن جماعت اسلامی فائے ہمیشہ کے ڈھیٹ ہیں۔ وہ  
 گالیاں کھا کر سب بے مزہ نہیں ہوتے۔ انہوں نے عوام کی نفرت کے  
 اس طوفان کو ٹالنے کے لئے حسب معمول افواہوں کی ٹیکڑیاں کھول

دی ہیں۔ اسلام کے نام پر جس قدر جمیٹ اس جماعت نے بولا،  
 تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس جماعت کے وہ کارکن جو  
 توڑ پھوڑ کرتے تھے۔ دیواروں پر تازہ بہ تازہ فوہ بولگالیاں کھینچتے  
 اب اسی شدت کے ساتھ میٹروپولیٹن اور حکومت کے خلاف نت نئی  
 افواہیں پھیلاتے ہیں۔ کبھی لاہور میں کیڑا لگاتے ہیں، کبھی گورنر پنجاب  
 کا گھر جلواتے ہیں، کبھی مارشل لا نافذ کر دیتے ہیں۔ ہر رات جماعت  
 کے دفاتروں میں نت نئی افواہیں گھڑی جاتی ہیں اور صبح کو پورا بازار  
 میں پھیلا دی جاتی ہیں۔ جیت تک اخبارات پر سنسر تھا، یہ عہد کسی نہ  
 کسی طور کا گر ہو جاتا۔ اب افواہوں سے کام نہیں چلتا۔ انٹی جان  
 عذاب میں آگئی۔ کچھ موجودہ نئے افواہیں پھیلاتے ہیں۔ پیراڈائیس ڈیل  
 وٹار ہوئے۔ مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ اب وہ عام طور پر  
 مسجدوں کے اندر افواہیں پھیلاتے گا اور بار کرتے ہیں۔ اور دوس  
 روپے، تیس روپے روپیہ تک کاتے ہیں۔ ڈھائی سے پچھتر بول  
 کراچی طاقت حزب کرتے ہیں۔

"اردو تحریک میں پھوٹ پڑ چکی ہے۔ الگ الگ گروہ بن چکے  
 ہیں۔ ان میں کوئی متحدہ قوی محسوس ہے، کوئی عثمانی گروپ ہے  
 کوئی جمعیت المسلمانے پاکستان گروپ کوئی جمعیت المسلمانے اسلام  
 گروپ ہے۔ یہ گروپ ایک دوسرے بازار ام مٹاتی کرتے ہیں اور خود  
 کو معصوم ثابت کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ قابل رحم حالت ڈاکٹر عثمانی حسین قریشی  
 اور میر تقی حسن کی ہے جو ہمارے ہر جگہ گورنر اور وزیر تعلیم بننے  
 کے خواب دیکھ رہے تھے۔ گورنری اور وزارت کو کیا خاک ملتی،  
 ان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ عوام کے بڑھتے ہوئے عتاب  
 سے کس طرح گلو خلائی حاصل کریں۔



## بچت خوشحالی کی ضمانت ہے

مضبوط قومی معیشت کے لئے بچت وقت کی  
 اہم ضرورت ہے۔ ملک کی خوشحالی کے لئے  
 زیادہ سے زیادہ بچت کیجئے۔ جلیب بینک  
 میں سب سے نگر اکاؤنٹ کھولیں۔



## رات بھر مجھ پر اضطراب کی کیفیت طاری رہی

# پارٹے کے وفادار رہو اور عوام کے خدمت کرو



چھن چھانگ فنگ  
ترجمہ: احفاظ الودھن

”کس قسم کا کام؟“ انہوں نے سگریٹ سلگاتی اور ذہنی طور پر گفتگو کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے انہیں ساری تفصیل بتادی۔

”بہت خوب، تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟“  
”دوسو سے زیادہ۔“

یہ سن کر صدر ماؤ نے حیرت سے مجھ دیکھا اور مجھے چہرے کے لئے کہنے لگے۔ ”دوسو سے زیادہ! اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک چھوٹی سی ٹاپلین کے حکماء اور ہزار سال زمانے میں ہماری مشیر کمپنیوں میں صرف متراوی آدمی ہوتے تھے“

میں ان کے یہ الفاظ سن کر کھینچ گیا۔  
”کیا تم اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہو؟“  
یہ ان کا اگلا سوال تھا۔ ”ایک انٹرویو کی حیثیت سے تم نے یہ سیکھ لیا ہے کہ ”ٹینڈن“ اور ”ایٹا ایو“ کی حالت میں کیسے کھڑا ہوتا ہے؟“

مجھے یاد آوا کہ جب ہم نو عمری میں صدر ماؤ کی خدمت پر مامور ہوئے تھے تو ہمیں ”ٹینڈن“ اور ”ایٹا ایو“ کی حالت میں کھڑے ہونے کا ذرا بھی سبق نہیں تھا۔ یہ سوال کرتے وقت صدر ماؤ مجھے ذہن میں یہ بات تھی کہ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔  
”جی ہاں سیکھ لیا ہے۔ لیکن اب بھی مجھے تقریر کرنے کا ڈھنگ نہیں آیا، خاص طور پر شام کی حاضری کے وقت.....“

انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ”جب تم تقریر کرتے ہو تو کیا لوگ زمین پر پاؤں ٹخ کر اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ انہیں چھڑکا رہے ہیں۔؟“

اس زمانے میں اگر شام کی حاضری کے وقت تقریر بہت لمبی اور غیر دل چسپ ہوتی تو بعض مسخرے اپنے پاؤں زمین پر ٹخنے جتے تھے اور اگر اس کی وجہ ریاضت کی جاتی تو وہ کہہ دیتے کہ چھڑکا رہے ہیں۔ ظاہر ہے صدر ماؤ ہماری فوج کے مذاقوں سے پوری طرح واقف تھے۔

پھر وہ سنجیدہ ہو گئے اور انہوں نے پوچھا۔  
”اب جب کہ تم کارکن بن چکے ہو تمہیں چوکس رہنا چاہیئے۔ جب بات کر دو تو ہنسی کی وضاحت کر دو۔ مجھ بات نہ کر دو۔ غور سے پڑھو اور خود نمائی سے پرہیز کرو! پھر سوچنے لگے کہ کیا تمہارے سیاسی بھننا پڑھنا سیکھ رہے ہیں۔“

میں نے کہا ”جی ہاں! اور جب انہوں نے پوچھا کہ تمہیں کون پڑھاتا ہے تو میں نے جواب دیا۔ ”میں“ تو تم معلوم بھی ہو! انہوں نے قہقہے سے کہا۔ ”تم دوسروں کیلئے پڑھا سکتے ہو جب کہ خود تمہیں بہت غور سے الفاظ آتے ہیں۔؟“

”میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ سیکھ بھی رہا ہوں۔“ میں نے وضاحت کی۔ ”جب میں کسی لفظ کو سمجھ نہیں پاتا تو اس کے معنی طالب علموں کی مدد سے لے لیتا ہوں۔“

میں نے صدر ماؤ کے میری حوصلہ افزائی کی۔ ”بہت خوب، محنت کر کے ہی تم مشکلات پر قابو پا سکتے ہو۔ تمہیں یاد ہے جب ہم میاگشی میں تھے تو شہر چوہیر ڈاکے، زخمی، اور سو بھوان کس طرح چپس بھننا پڑھنا سکھا رہے تھے؟“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں اس بات کو کیسے بھول سکتا تھا۔ یہ چینگ شی کے دور میں جب ہم قیام کرتے تھے تو ممتاز کارکن باری باری میں لپیٹ دیا کرتے تھے اور ہمیں کھنے پڑھنے کا طریقہ سمجھاتے تھے۔ خاص طور پر کارٹریڈ شہر چوہیر ڈاکے ہماری تعلیم میں بڑی دل چسپی لیتے تھے۔ صدر ماؤ بہت معروف زندگی گزارتے تھے جب انہیں لمبے بھری فرصت بھی ملتی تو وہ ہر ممکن طریقے سے عیلم حاصل کرنے میں جاری مدد کرتے تھے۔

اس زمانے میں جیسا کہ بعد میں مجھے یاد آیا، سرخ فوج جہاں کہیں جاتی وہاں دیوانوں وغیرہ پر غرے سپاں کر دیتی۔ صدر ماؤ ان غروں کے الفاظ سیکھنے میں ہماری مدد کرتے تھے اور بعد میں امتحان لیتے تھے۔ انہیں میرا نام پوچھ کر دیکھ کر انا کھٹکا سکھایا تھا۔ وہ مجھے مختلف قسم کی دوسری باتیں بھی سکھاتے رہتے تھے جب ہم صوبہ چوہین میں لانگ یین کے مقام پر تھے، جو کونے کی گاؤں کا ایک مرکز ہے، تو انہوں نے میں سے تیار کیا کہ زمین کے نیچے کون کس طرح بننا ہے جب ہم گرم پانی کے کسی چشمے کے پاس پہنچتے تو وہ اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے جب بادل گر جاتا اور بجلی لگتی تو وہ بتاتے کہ کیا کیوں جلتا ہے جب ہم صوبہ میاگشی میں شادی چھن کے مقام پر تھے تو صدر ماؤ کو سبز لیں کے لئے آسانی اور آؤس ملتا تھا جتنا کہ ہم کو، ان کے پاس کوئی باورچی نہیں تھا۔ وہ چیتہ چینگ اور میں باری باری کمان عزیمتے اور ان کا کھانا تیار کرتے۔ جب میں بازار سے واپس آتا تو اپنی ڈاک میں سبز لیں کے نام درج کر لیتا۔ ایک دن ان کی نظر ان فہستوں پر پڑی تو انہوں نے پوچھا۔



# سُرخ فوج جہاں جاتی دیواروں پر نعرے چسپاں کر دیتی

”کیا رہتا ہمارا حساب کتاب ہے؟“  
”جی نہیں!“ میں نے جواب دیا۔ ”یہ وہ الفاظ ہیں جو میں  
سیکھ رہا ہوں!“  
”الفاظ سیکھنے کا یہ اچھا طریقہ ہے“ انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے  
کہا۔ ”کیا وہ چیزیں ہیں جن کی اس طریقے پر نقل کرنا ہے۔؟“  
جب میں نے جواب نفی میں دیا تو انہوں نے کہا ”یہ تو بڑی بات  
ہے۔ ذرا اسے میرے پاس بلاؤ!“

جب میں ”او کو اپنے ساتھ لے کر آیا تو انہوں نے اس سے کہا  
”آج کے بعد جب تم کوئی سودا خریدو تو اس کا حساب کتاب منور کھا  
کہو اور پھر مجھے رپورٹ دیا کرو۔“  
اس طرح دو ہفتے کے بعد مجھے پتہ چل گیا۔ اس سے  
اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صدر ماؤ ہماری تعلیم میں کس قدر دلچسپی  
لیتے تھے۔

## میں صدر ماؤ کو الوداع کہتا ہوں

جب جاپان کے خلاف جنگ فراموشی ہماری فوج کی صورت  
میں قائم ہو گئی تو ہماری پارٹی نے بہت سے کانٹوں کو ختم کرنا شروع  
علاقوں میں بھیجا، جہاں عوام نے فرائض کی تکمیل کے سلسلے میں ان کا  
انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت میں نیان میں سبک سیکورٹی کے تنگ  
کان سب آفس کا سربراہ تھا۔ ایک روز مجھے پارٹی کی مرکزی تعلیم کے  
شعبے کی طرف سے طلب کیا گیا تاکہ مجھ سے ایک نئے کام کی انجام دہی  
کے سلسلے میں مشورہ کیا جائے۔ جب میں وہاں گیا تو شعبے کے ایک ممبر  
نے بتایا کہ پارٹی مجھے محاذ پر بھیجا جاتی ہے۔ اور مجھ سے یہ دریافت کیا  
گیا ہے کہ میں شان توگم اور شمال مشرق میں سے کون سی جگہ جانا  
پسند کروں گا۔

کیونکہ پارٹی کے دن کے لئے ایک اہم محاذ یہ بھی ہے کہ وہ  
پارٹی کے احکامات کی تعمیل کرے۔ میں ہر اس جگہ جانے کو تیار تھا جہاں  
پارٹی کو میری ضرورت ہو چنانچہ میں نے یہ مسئلہ پارٹی پر چھوڑ دیا کہ وہ  
خود ہی فیصلہ کرے۔

پارٹی نے فیصلہ کیا کہ مجھ سے کام کرنے کے لئے شان توگم جانا  
چاہیئے۔

ماہی میں جب میری کسی نئی جگہ پر تیار کر لیا جاتا تھا تو میں اتنا  
پریشان کبھی نہیں ہوتا تھا جتنا اس بار ہوا۔ اس بار میں یان چوہ  
کا ایک ایسی جگہ جاتا تھا جہاں سے بہت دور تھی اور غالباً مجھے ایک  
طویل عرصے تک صدر ماؤ کو دیکھنے کا موقع ضیاع نہیں ہوگا۔ گھر  
آنے تک مجھے سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ مجھے ان سے آخری بار مل لینا

چاہیئے۔ میں نے انہیں ڈن کیا تو انہوں نے مجھے اگلی صبح کے لئے  
وقت دے دیا۔

رات بھر مجھ پر اضطراب کی کیفیت طاری رہی۔ نیند انگوٹوں سے  
کوسوں دور تھی۔ میں اپنی بیوی سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے اپنے بچپن  
کے حالات بتائے، صدر ماؤ کے ساتھ لگا رہے ہوئے دنوں کے واقعات  
بتائے کہ وہ میرا کتنا خیال رکھتے تھے۔ کتنی سادہ زندگی بسر کرتے تھے  
اور پارٹی اور عوام کے لئے ان کے دل میں کس قدر وفاداری  
کا جذبہ موجزن تھا۔

اگلے روز ناشہ سونے کے بعد فوراً اپنی بیوی اور ایک سال  
بچی کے ساتھ گھر سے نکل گیا۔ جب ہم وہاں چھپا چھپکے تھے، جہاں  
وہ رہتے تھے۔ تو ان کے بادی گارڈ ہم تنگ ہوتا تھا۔ ”صدر ماؤ  
بہت سویرے ہی سے اپنے دفتر میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں!“  
ہم اس کے ساتھ صحن میں داخل ہوئے۔ صدر ماؤ کی لپٹا کر میڈ  
چھپا چھپکے ہمارا خیر مقدم کرنے کے لئے باہر آئے۔ انہوں نے ہم  
سے مصافحہ کیا اور بچی کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ کچھ دیر بعد ہر  
صدر ماؤ مجھے ساتھ لے کر وہ اپنی ڈھیل ڈھالی دودی میں پہلے  
سے زیادہ مضبوط نظر آ رہے تھے۔ میں نے انہیں سیٹ کر لیا، جیسا کہ  
پرانے دنوں میں کیا کرتا تھا۔ وہ ہمیں اپنے کمرے میں لے گئے اور  
جب ہم وہاں جا کر بیٹھ گئے تو انہوں نے پوچھا۔

”تم کہاں جا رہے ہو؟“  
میں نے انہیں بتایا کہ میں شان توگم جا رہا ہوں۔  
”تو تم شمال مشرقی سے رخصت ہو رہے ہو، کیا تمہیں کوئی مسئلہ  
درپیش ہے۔؟“  
میں نے جواب دیا۔ ”نہیں۔“

پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا میں اپنی بیوی اور بچی کو ساتھ لے  
جا رہا ہوں اور کیا راستے میں ہیں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئے گی  
میرا جواب سننے کے بعد انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ ان کا پوری  
طرح خیال رکھیں۔

پھر وہ میری بیوی سے باتیں کرنے لگے۔ انہیں یہ جان کر بڑی  
خوشی ہوئی کہ ہماری گھر پر زندگی بڑی خوش قرار ہے۔  
وہ بچی سے کہنے لگے اور اس کے بارے میں مختلف قسم کے  
سوالات کرتے رہے۔ پھر انہوں نے میرے تھامے کا ذکر کرتے ہوئے  
کہا کہ جب کوئی شخص کسی نئی جگہ پر جاتا ہے تو اسے یقیناً مشکلات کا  
سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا اخصاً تم پر ہے کہ تم ان پر قابو پانے کے  
لئے کیا طریقہ اختیار کرتے ہو؟ انہوں نے ”جا“ عوام سے قریبی طور پر  
رابطہ قائم رکھو، باتیں کرتے ہوئے انہوں نے پوچھنا کہ کب آؤ

دی جو اپنے ساتھ لکٹ کے دوپٹے اور کچھ سوکھا ہوا گائے کا  
گوشت لے کر داخل ہوا۔ انہوں نے یہ چیزیں میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے  
کہا۔ ”اب جب کہ تم رخصت ہو رہے ہو، میرے پاس نہیں  
دینے کے لئے کوئی چھی چیز نہیں ہے لیکن سفر کے دوران یہ چیز  
بچی کے کام آسکی۔“ میں نے اپنی جیسے ایک چھوٹی سی فٹابک  
نکالی اور ان سے کہا۔ ”جناب صدر، میں آپ سے رخصت ہو رہا ہوں  
کیا آپ میری فٹابک میں میرے لئے چند الفاظ تحریر کر دیں؟“  
انہوں نے فوراً میری فٹابک میں یہ سطور لکھ دیں۔

کار میڈ چھپا چھپکے کے لئے  
خوب محنت کر، پارٹی اور عوام کے وفادار ہو، میری تمنا ہے  
تمہیں ہر جگہ کامیابی حاصل ہو۔

ماؤ نے ”نگ“ ۱۷ مئی ۱۹۴۶ء  
انہوں نے مجھے اپنی ایک تصویر بھی عنایت کی۔ مجھے ہر تنگ ہوا  
کی زبانی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بہت جلد ایک مینٹنگ میں شرکت  
کے لئے جانے والے ہیں، اس لئے میں اور میری بیوی جانتے کے  
لئے تیار ہو گئے۔

”کوئی جلدی نہیں ہے۔“ صدر ماؤ نے کہا۔ ”تم دو ہر کا کھانا  
کھانے کے لئے یہاں رکو جب تک میں مینٹنگ سے واپس آ جاؤں  
گا۔ انہوں نے پوچھے کہ وہ کھانا پکا کر اور ہم سے پوچھ لے کر ہم  
کیا کھانا پسند کریں گے۔

ہم نے ان سے کہا کہ چونکہ اب ہمیں سفر کی تیاری شروع کرنی  
ہے، اس لئے ہم کھانے کے لئے رکنے سے منع دیتے ہیں۔

صدر ماؤ ہمارے ساتھ باہر آئے۔ وہ بار بار مجھ سے کہتے رہے  
کہ اچھی طرح کام کرنا اور اپنی صحت کا خیال رکھنا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ  
آگے بڑھایا، جسے میں نے مضبوطی سے تھام لیا۔ میرے منہ سے ایک  
لفظ تک نہ نکل سکا۔

۱۸ مئی ۱۹۴۶ء کو میں نیان سے رخصت ہو گیا۔ جب سے  
اب تک کئی سال گزر چکے ہیں، لیکن اس دوران خواہ میں کسی محاذ پر  
لڑ رہا ہوں یا کراچی میں دور کی تعمیر میں حصہ رہا ہوں۔ میرا دل صدر ماؤ  
کے ساتھ رہتا ہے۔ جب کبھی مجھے ان کا خیال آتا ہے تو میری قوت اور  
اتحاد میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کی تصویر اور میری وہ فٹابک جس  
پر انہوں نے الوداعی پیغام تحریر کیا تھا، آج تک میرے پاس محفوظ  
ہیں۔ میں ہمیشہ ان کی نصیحت پر عمل کرتا رہوں گا۔ اپنے کام میں زیادہ  
سے زیادہ محنت کروں گا اور پارٹی اور عوام کا وفادار رہوں گا۔

## خوش گوار یادیں

نیان میں صدر ماؤ سے رخصت ہوتے ۱۷ سال کا عمر صدر گد





# صدر ماؤ نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر گروپ فوٹو کھینچوایا

جو کچھ مجھے یاد ہے، ۱۹۴۶ء مئی ۱۲ء کو کلان تھا جب میں شان توٹنگ جانے سے پہلے انہیں اولاد لینے کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا تھا اور انہوں نے بڑی شفقت کی کہ ساتھ مجھ سے گنگو کی سختی۔

”قوم شان توٹنگ جاب سے ہوا انہوں نے کہا تھا۔ ”یہ ایک اچھی جگہ ہے۔ یہ ہمارا ایک بہت بڑا انقلابی آدمی ہے۔ جو کمراب ہم بہت سی کاؤتھوں کو آزاد کرانچکے ہیں، اس لئے وہاں مختلف کاموں کے لئے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ وہاں جاکر ہر صورت میں مقامی ذمہ دار رہنا دل کا احترام کرنا نہیں مقامی رہنماؤں سے پوری طرح مقدر ہونا چاہئے اور ان سے ساتھ اشتراک و تعاون کرنا چاہئے۔“

میں نے ان کی باتیں بڑے غور سے سنیں اور جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنی فوٹنگ کمال اداوان سے درخواست کی کہ اس پر چند الفاظ لکھ دیں۔ انہوں نے فوٹنگ پر چند جگہ لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے۔ انہوں نے مجھے اپنی ایک تصویر بھی عنایت کی تھی۔ اس وقت سے اب تک یہ چیزیں میرے پاس محفوظ ہیں۔

مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں پہلی بار ان کے اردو کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جب میں ان کا بادی گاڑنا تھا اور جب میں نے ان کے ساتھ لاٹک مارچ میں حصہ لیا تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی میں ان کی دیکھ بھال تو کیا کرتا۔

در اصل وہ میری دیکھ بھال کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے انقلاب کے حقائق سے آگاہ کیا تھا، مجھے کھانا پڑھنا سکھایا تھا اور جب کبھی مجھے گھروں کی یاد ستاتی تھی تو وہ میرے لئے خط لکھتے تھے۔

ایک رات جب کہ ہم مولدا ہارڈش میں مارچ کر رہے تھے تو وہ مجھے راستہ دکھانے کے لئے لائٹن اٹھا کر آگے چلنے لگے تھے، تاکہ میں کہیں گم نہ ہوں۔ ایک اور ناقابل فراموش واقعہ ہے جب میں کہہ یو بان کو مجھ کر کے دوران لیبریا میں مبتلا ہو گیا تھا اور کئی دنوں تک صاحب فرائش زہر سا تھا۔ اس وقت میں بہت کمزور تھا۔ بہار کی پوری ٹمپ پیچھے سے پہلے ہی میرے بدن بڑی طرح کپکپی طاری ہوئی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ صدر ماؤ نے میرے لئے اپنا پرانا ڈور کوٹ اتار دیا تھا اور جوتا پہنے بائیک ہیز میں سرود ہواؤں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔

بہر حال میری جسمانی آسائش کے مقابلے میں وہ میری سیاسی تعلیم کا اور زیادہ خیال رکھتے تھے جب میں فروری ۱۹۳۸ء میں سرخ فوج کی ایکٹوٹی میں داخل ہونے کے لئے ان سے رخصت ہو رہا تھا تو انہوں نے بڑی محنت اور سنجیدگی سے کہا تھا۔ ”تعلیم حاصل کرنا اچھی بات ہے، اس لئے نہیں

کہ اس کے بعد تم کوئی سرکاری عہدہ حاصل کرنے کی خواہش رکھو، بلکہ اس لئے ختم عوام کے لئے اور سبز کام کر سکو گے یقیناً تمہیں تعلیم حاصل کرنے کے دوران مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اگر تم عوام کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہو تو تم تمام مشکلات پر قابو پاؤ گے۔“

جب میں میان کے پبلک سیکرٹری عہدہ میں کام کرتا تھا تو اس وقت بھی میں ایک نوعمر لڑکے کی طرح تھا۔ جب کبھی موقع ملتا میں صدر ماؤ کے پاس پہنچ جاتا اور ان سے سچی جھڑپیں کرتا تھا اس زمانے میں عہدوں کو خامی اہمیت دیا کرتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ چار سال تک انٹرکٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے بعد میں ترقی پانے کا حق دار بن چکا تھا۔ ایک بار میں نے صدر ماؤ سے کہا۔ ”جناب صدر، آپ کا کیا خیال ہے، مجھے کتنے عرصے تک انٹرکٹر رہنا چاہیئے۔“

”ایک انٹرکٹر کی حیثیت سے خدمت انجام دینا بھی ایک انقلابی کام ہے۔ کیا تم انٹرکٹر کی خواہش رکھتے ہو؟“ انہوں نے پوچھا۔ ”کیونکہ پارٹی میں اس شخص کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جو صرف عہدے حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ ہم سب ایک جیسے ہیں۔ ہم عوام کے لئے کام کرتے ہیں۔ خواہ ہمیں کوئی عہدہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ یہاں اس شخص کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی کی ہوس رکھتا ہے یا جاہ پرستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔“

ان الفاظ نے میرے جذبات کو کھلادیا اور میرے ذہن پر گہرا تاثر قائم ہوا۔ میان سے شان توٹنگ جانے کے بعد اس تمام عرصے میں جب بھی میرا ایک جگہ سے دوسری جگہ بتا دیا گیا کیا تو میں نے ذاتی مفاد کا خیال کئے بغیر ہمیشہ بلند جہذوں کے ساتھ کام کیا۔ کیونکہ صدر ماؤ کے یہ الفاظ میرے لئے روشنی ملے کرتے تھے اور میرے عزم کو تقویت پہنچاتے تھے۔

صدر ماؤ کو الوداع کہتے ہوئے بارہ سال کا عہدہ گزر گیا اور اس عرصے میں میں سیکرٹری میں اکثر ان سے ملنے کی آرزو چلتی رہی۔ جنگ کے دنوں میں جب کہ دشمن کی مواصلاتی لائنوں نے آزاد شدہ علاقوں کو کاٹ ڈیا تھا۔ میں صرف ان کو خط لکھ سکتا تھا۔ لکھ گریف حاصل ہونے کے بعد میرے دل میں ہمیشہ یہ خواہش جنم لیتی رہی کہ کاش میں سینگنگ ماکران سے مل آؤں لیکن کام کی مصروفیت کی وجہ سے مجھے موقع نہیں ملا۔

فروری ۱۹۵۳ء میں ایک دن جب کہ میں ٹانگ میں ایک فوجی تربیتی کلاس میں پڑھ رہا تھا۔ تو مجھے حکم ملا کہ میں

ایک ممتاز کامیڈ کو رخصت کرنے کے لئے اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ جیسے ہوجاؤں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ممتاز کامیڈ صدر ماؤ تھے۔ میں بہت خوش ہوا جب وہ دستے کا معائنہ کر رہے تھے اور جب مجمع کی طرف ہاتھ بڑاتے ہوئے سامنے پکڑی ہوئی گن بوٹ کی طرف جا رہے تھے تو میرے دل میں یہ خواہش پل پل ہی مٹی کر اپنی صفت سے نکل کر دوڑا تھا ان کے پاس جاؤں اور ان سے دو ایک باتیں کروں۔ بلاشبہ یہ ممکن نہیں تھا۔ اس میں کھڑا ہوا گن بوٹ کو دھیرے دھیرے نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ عرصے بعد جب فوج کے افراد کے لئے چھپوٹوں کی قانون نافذ ہوا تو میں اپنی چھپوٹوں کا وقت اچھی طرح گزارنے اور صدر ماؤ سے سینگنگ میں ملاقات کرنے کی پوری خواہش کی تکمیل کرنے کے لئے پیسے بچانے لگا۔

تاہم اس دوران غیر متوقع طور پر ایک خوش گوار واقعہ پیش آیا ۱۹۵۰ء اگست ۱۹ء کا عظیم دن تھا جس میں شان توٹنگ میں فوج کی پادری کاٹریس میں شریک تھا کہ صدر ماؤ تمام نامندوں سے ملاقات کرنے کے لئے نشر لائن گئے۔ جب میں نے انہیں کانے باہر نکلتے دیکھا تو میرا دل ٹپک اٹھنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ اس بار مجھے ان سے بات کرنے کا موقع ملے گا۔ جب وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر گروپ فوٹو کھینچ رہے تھے تو میں بڑی بے چینی کے ساتھ یہ سوچ رہا تھا کہ ان سے کیا بات کروں۔ پھر شاید کسی نے انہیں بتا دیا کہ میں گروپ میں موجود ہوں۔ انہوں نے مجھے بلانے کو کہا۔ میں لمبی سٹان کے پاس پہنچا جب میں انہیں سٹیوٹ کر رہا تھا تو میرے ذہن سے وہ بات نکل گئی جو میں ان سے بولنا چاہتا تھا۔ جذبات کی شدت سے میری زبان ٹٹک ہو گئی۔ انہوں نے پہل کرتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کچھ چٹانگ فلک ہو، ٹھیک ہے نا؟“

”جی ہاں!“ میں نے دھیس کے سے جواب دیا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جیسے ٹپکے دو دنوں یا تھوڑے میں مضبوطی سے تھام لیا۔ عجب جذبات کا اثر غلبہ تھا کہ میں ان کا حال احوال پوچھنا بھول گیا۔

”میں جلد ہی دس سال سے زیادہ عرصہ بربکچا ہے۔“ انہوں نے کہا۔ ”تم کیسے ہو؟“

”بارہ سال پہلے ہیں!“ میں نے تبت کرتے ہوئے کہا، ”جناب صدر، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”تم کہاں کام کر رہے ہو؟“

”ایک سب ٹری زون میں۔“ میں نے جواب دیا۔

(باقی آئندہ)





October 1, 1971

WILLIAM R. MERRIAM  
VICE PRESIDENT  
DIRECTOR, WASHINGTON RELATIONS

The Honorable  
Peter G. Peterson  
Assistant to the President  
for International Economic Affairs  
Old Executive Office Building  
Washington, D. C. 20500

Dear Pete:

When Mr. Geneen lunched with you a few weeks ago, he stated he feared ITT's seventy per cent owned Chilean Telephone Company (Chitelco) would soon be expropriated. This has now happened! The take-over was on September 29, 1971.

As Mr. Geneen said, we anticipated this action and were attempting to delay or prevent it. However, during the past month, the Chilean government moved

انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کے نائب صدر ولیم آر میریم کے مراسلے کا عکس

## خفیہ رپورٹ واٹس ہاؤس پہنچا دی گئی

چلی کی سوشلسٹ حکومت کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ بیرونی کمپنیوں کے سرمایہ دار مقامی سرمایہ داروں سے سزا باز کر کے حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ چلیائی حکومت نے فوری رد عمل کا اظہار کیا اور انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن اور دیگر معدنی وسائل کو اپنے قبضے میں لیا۔ سوشلسٹ حکومت کے اس اقدام سے سرمایہ دار اچراغ پامال ہو گئے اور انہوں نے مل کر حکومت کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ کسی خفیہ اور سنسنی خیز حالات میں سرمایہ داروں کا اجتماع ہوتا تھا جہاں سی آئی اے کے ایجنٹ عوام کو اکٹھے کیے گئے تھے کہ جاتے۔ رپورٹیں تیار کی جاتیں اور انہیں پڑھ کر سنایا جاتا۔ پھر اس پر بحث و مباحثہ ہوتا اور اس کے بعد چلی کی بعض عوام دشمن سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ عوام کو ہنگامہ توڑ چھوڑ اور تشدد پراکھیا جاتا۔

سرمایہ داروں نے اپنی سازش کو یہیں ختم نہیں کیا بلکہ چلی کی سطح افواج میں بے مہی اور بے اطمینانی پھیلاتے گئے تھے کہ خطرناک کارروائیاں چلی گئی ہیں۔ سی آئی اے کے نائب صدر مسٹر ٹیم نے ایک دوسرے مراسلے میں واشنگٹن کو بتایا کہ

”ہم اپنے منصوبے کے مطابق چل رہے ہیں۔ زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی، پھر بھی جو کامیابیاں

”چلی کی مارکسی حکومت کا یہ اقدام امریکی سرمایہ داروں کے مفادات کے سخت خلاف ہے۔ اگر سختی سے نوٹس نہ لیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ بیرونی ملکوں میں ہماری سرمایہ کاری کو زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ لہذا امریکہ کی جانب سے چلی کے امدادی فنڈ کو فوراً سمجھ کر دیا جائے۔ جو تقریباً ایک کروڑ ڈالر مانا ہے۔ اس کے علاوہ چلی کو انٹرا امریکن ڈیولپمنٹ بینک کی جانب سے جو امدادی جاتی ہے۔ اس میں امریکا اپنا حصہ ادا کرنا بند کر دے۔ مسٹر ٹیم نے اپنے خط میں مزید لکھا کہ یہیں یقین ہے کہ امریکی حکومت چلی کی مارکسی حکومت کو سبق سکھانے کے لئے ممکن قدم اٹھائے گی اور سی آئی اے کے ذریعہ ایسے خفیہ منصوبوں پر عمل درآمد کیا جائے گا جس سے چلی کے طول و عرض میں فتنہ و فساد کے دروازے کھل جائیں۔ اور تباہی مارکسی حکومت کا مندرجہ ذیل ہے۔

اس خفیہ رپورٹ میں آگے چل کر لکھا گیا تھا کہ آئندہ ساٹھ دنوں کے دوران سوشلسٹ حکومت کو مالی بحران کا سامنا کرے گا۔ اس پر ضرب لگانے کے لئے بیرونوں وقت ہوگا۔ اگر حکومت اس مالی بحران سے نکل گئی تو اسے اپنی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل جائے گا۔ جس سے لاطینی امریکہ کے ساتھ امریکی حکومت کے تعلقات پر تباہ کن اثر پڑنے کا خطرہ ہے۔



انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کے نائب صدر ولیم آر میریم

جاسکتا ہے۔  
”مسٹر ٹیم نے کسی گزشتہ ۹ دنوں کو اس مراسلے کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

”آپ کے خیالات اور سفارشات سے ہمیں بے حد مدد ملی۔ اس سلسلے میں ہم یقیناً چند اقدامات وہر عمل لانے والے ہیں۔“

واشنگٹن میں انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کے سرگرمیوں کی رپورٹ پڑ کر کرنے کے لئے ایک ٹیلیگرافیائی گئی۔ اس ٹیلیگرافیائی کے ایک دن کے ۱۱ جون کو رپورٹ کی ایک کاپی خفیہ طور پر نیویارک کے نام لکھی پہنچا دی۔ اس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کر دیا۔ رپورٹ میں امریکی حکومت نے اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر چلی کی سطح افواج نے بغاوت کر دی تو اسے ہر طرح سے مالی اور امدادی امداد فراہم کی جائے گی۔

اکتوبر ۱۹۷۰ء کے آخری ہفتے میں چلی حکومت کو سی آئی اے اور سی آئی ٹی کی خفیہ سرگرمیوں کا علم ہو گیا۔ چلیائی حکومت نے انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کو فوری طور پر فوری تحویل میں لے لیا۔ اس کے سرمایہ کو ضبط کر لیا۔ کارپوریشن کے سامنے دیکارڈ کو اپنے قبضے میں لینے کے بعد اس کے عین اعلیٰ عہدیداروں کو گرفتار کر لیا۔ اس بات کا انکشاف کارپوریشن کے نائب صدر مسٹر ٹیم نے مسٹر پیٹر ٹیم کے نام اپنے ایک خط میں کرتے ہوئے لکھا کہ

”کارپوریشن کے خلاف اس کارروائی میں ممتاز کیونٹوں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ چلی حکومت کے اس اقدام سے بیرون ملک سرمایہ کاری کرنے والے امریکی سرمایہ داروں کا مستقبل تاریک ہو گیا۔ کارپوریشن کا اثاثہ ہی ضبط نہیں کیا گیا بلکہ امریکی دوسروں میں کام کرنے والے امریکی باشندوں کو نظر بند کر دیا گیا۔“  
مسٹر ٹیم نے امریکی حکومت کو خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ۔

### نعیم آدمی

چلی کے آئینے میں پاکستان کے حالات دیکھتے

## انٹرنیشنل ٹیلی گرافٹ اینڈ ٹیلیفون کارپوریشن نے چلی کی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ تیار کیا

گئی تھی کہ اس چھ ماہ کی مدت میں سی آئی اے کے ایجنٹ سرگرم عمل ہوں گے۔ وہ اس آگ کو ہدایں گے چلی کی بیرونی اور اندرونی سرگرمیوں میں بیرونی سرمایہ کاروں کے لئے اینڈ جین کی سپلائی میں رکاوٹ ڈال جائے گی۔ اس صورت حال سے فوری طور پر بین الاقوامی سرمایہ داروں کے مکان سے باہر ہو گا اور وہ ہر اسلحہ ہر اقدام سے دست بردار ہو جائیں گے۔  
آئی ٹی کی کارپوریشن کے نائب صدر ولیم آر میریم نے صدر ٹیم کے اسٹنٹ مسٹر پیٹر ٹیم کو رپورٹ کے ساتھ جو مراسلہ بھیجا، اس میں واضح طور پر لکھا تھا کہ۔

”چلی کی صورت حال بڑی اہمیت اختیار کر چکی ہے ہماری حکومت کو ایسے مشترکہ اقدامات کرنے ہوں گے تاکہ اینڈ جین کی سپلائی میں رکاوٹ ڈال کر برائے بین الاقوامی اقتصادی امور سے یہ آج کل کاروں کی سرگرمی کے خلاف ادھر سے ہیں۔ چلی میں کارپوریشن نے تقریباً ۵ کروڑ ۳ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی۔  
آئی ٹی نے مارکسی سوشلسٹ حکومت کے خلاف جو منصوبہ تیار کیا۔ اس میں سب سے پہلے چلی کی اقتصادی طور پر تباہ کرنے کے لئے بیرونی امداد اور قرضوں کی فراہمی روک دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔  
اقتصادی بدعالی کے سبب عوام میں بے چینی اور تشدد بڑھ جاتا۔ جبکہ عوام کو تشدد اور قانونیت پر کھینچا جاتا۔ جنگ سے اور توڑ پھوڑ کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اس کے نتیجے میں سطح افواج کو پیش قدمی کرنی پڑتی۔ مارکسی حکومت کا خاتمہ کر دیا جاتا اور آئی ٹی کی اور ملکی سرمایہ داروں کا حساب سے بچ جاتے۔ رپورٹ میں یہ تجویز بھی پیش کی

”انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کی انتظامیہ یہاں رونما ہونے والے واقعات کو سخت تشویش ناک نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ ہم اس بات سے بے حد ہی مطمئن ہیں کہ موجودہ صورتحال سے فائدہ اٹھا کر لاطینی امریکہ میں امریکی پالیسی کو عملی جامہ پہنایا

کام کرنے والے سی آئی اے کے ایجنٹوں نے کارپوریشن کے اس خفیہ اور سنی غیر منصوبے میں ہر قدم پر ساتھ دیا اور ان کی ہدایات پر ہر امکانات پر مشتمل دستاویز تیار کی گئی۔  
بھگن حکومت نے اس منصوبے پر عمل تو نہیں کیا۔ لیکن چلی کی حکومت کو جھٹکا لگانے کے لئے اپنے طور پر چند اہم اقدامات کئے۔  
اور چلی کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے دی جانے والی امداد اور قرضے بند کر دیے۔

چلی کے مارکسی مددگار تختہ الٹنے کے لئے جو اقدامات تیار کی گئی اس کے روح رواں انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کے نائب صدر ولیم آر میریم اور صدر ٹیم کے اسٹنٹ مسٹر پیٹر ٹیم کے برائے بین الاقوامی اقتصادی امور سے یہ آج کل کاروں کی سرگرمی کے خلاف ادھر سے ہیں۔ چلی میں کارپوریشن نے تقریباً ۵ کروڑ ۳ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی۔

آئی ٹی نے مارکسی سوشلسٹ حکومت کے خلاف جو منصوبہ تیار کیا۔ اس میں سب سے پہلے چلی کی اقتصادی طور پر تباہ کرنے کے لئے بیرونی امداد اور قرضوں کی فراہمی روک دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔  
اقتصادی بدعالی کے سبب عوام میں بے چینی اور تشدد بڑھ جاتا۔ جبکہ عوام کو تشدد اور قانونیت پر کھینچا جاتا۔ جنگ سے اور توڑ پھوڑ کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اس کے نتیجے میں سطح افواج کو پیش قدمی کرنی پڑتی۔ مارکسی حکومت کا خاتمہ کر دیا جاتا اور آئی ٹی کی اور ملکی سرمایہ داروں کا حساب سے بچ جاتے۔ رپورٹ میں یہ تجویز بھی پیش کی



پیٹر جی۔ پیٹر۔ صدر ٹیم کے بین الاقوامی اقتصادی امور کے مشیر

چلی کے مارکسی مددگار اینڈ جین کی گورنری کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن نے خفیہ منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس خوفناک اور سنی غیر سازش کی تیاری کے لئے اٹھارہ لاکھ پر مشتمل ایک تقبیلی رپورٹ تیار کی گئی اور انتہائی رازداری سے رپورٹ وائٹ ہاؤس میں پہنچا دی گئی۔ یہاں سے تنظیم کو اس منصوبے کی تفصیلات پر غور و خوض کرنا تھا۔ مارکسی حکومت کا دھڑن تختہ کرنے کے لئے چھ ماہ کی مدت مقرر کی گئی تھی۔

اقدامات میں آئے سے قبل چلی کی مارکسی پارٹی نے عوام سے انقلابی اصلاحات کا وعدہ کیا تھا۔ مددگاروں اور اینڈ جین نے کہا تھا کہ چلی کے عوام کا استحصال کر کے والی بیرونی کمپنیوں، کاروباری اداروں اور معدنی وسائل کو توڑ لیا جائے گا۔ بڑی بڑی کمپنیوں کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ استحصال کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے سوشلسٹ بنیاد پر ملک کی تعمیر نو کی جائے گی۔ مارکسی پارٹی کے ان اعلانات سے چلی کے سرمایہ دار اور بیرونی کمپنیوں کی انتظامیہ میں خوفزدہ اور پریشان تھی۔ انہوں نے انتخابات کے دوران مارکسی پارٹی کے خلاف زبردست سازشیں کیں۔ توڑ پھوڑ، اپنی دولت کا کھول دیا۔ مگر عوام کی زبردست حمایت کے سبب سرمایہ دار اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئے اور مارکسی پارٹی عام انتخابات میں ہماری اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔ مارکسی پارٹی کی اس کامیابی سے خفیہ کمپنیوں کے مالکان اور چلی کے سرمایہ داروں کا منہ بھرا ہوا تھا۔

انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن کے مالکان امریکی تھے۔ چلی کی سی آئی اے کی کمپنیوں پر اس کارپوریشن کی اجارہ داری تھی۔ انٹرنیشنل ٹیلیفون گرافٹ کارپوریشن اس خوف میں مبتلا تھی کہ اگر مارکسی صدر بنے تو اسے وعدے کے مطابق خفیہ کمپنیوں کو قومی تحویل میں لے لیا اور ان کی املاک کو ضبط کر لیا تو اس عمل سے امریکی سرمایہ داروں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ کارپوریشن نے چلی کے بعض سرمایہ داروں سے ساز باز کر کے مارکسی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ تیار کیا۔ چلی میں

سُنان مقامات پر سی آئی اے کے ایجنٹوں کے خفیہ اجتماعات  
چلی کو تباہ کرنے کے لئے اقتصادی امداد بند کر دی گئی



حاصل ہوئی ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا  
سب سے اوج کے بعض افسروں نے یقین دلایا ہے  
کہ اقتصادی بے چینی میں اضافہ جاری رجحان  
کی راہ ہمارا ہو جائے گی۔ ہم بہت خور سے حالات  
کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جوں ہی ایسا حال آیا  
ہم آگے بڑھیں گے اور سوسائٹ حکومت کا  
خاتمہ کر دیں گے۔

مسٹر ٹرم نے اپنے مراسلے میں انکشاف کیا کہ مجرموں میں بھی  
بے چینی کے آثار نمودار ہونے لگے ہیں۔ یہاں کے بعض بڑے بڑے  
اجنارات ہمارے ملک خوار ہیں۔ اس میڈیکل ذریعہ ہم لوگوں کے  
ذہنوں میں حکومت کے خلاف نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ اس کے  
علاوہ سول سروس کے اعلیٰ افسران ہمارے مہمان ہیں۔ وہ دن  
رات ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔ حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ہم  
تمام ذرائع کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ اس بات کی پوری پوری  
کوشش کی جا رہی ہے کہ سوشلسٹ حکومت اپنے پروگرام پر  
کامیابی سے عمل درآمد کر سکے۔

جلی کی حکومت کے خلاف انٹرنیشنل ٹیلی فون اینڈ ٹیلی گراف  
کارپوریشن کی سازش مشت ازہام ہو گئی۔ سوشلسٹ حکومت نے  
فوری طور پر چند ایک اقدامات کر کے اس کے اثرات کو ختم کرنے کی  
کوشش کی، مگر مقامی سرمایہ داروں نے جنگی سرمایہ داروں سے  
مل کر اپنی سازش جاری رکھی۔ سرمایہ دار اپنے ملک کا کبھی ہی خواہ  
منہ نہیں ہوتا۔ چلی کے مقامی سرمایہ دار بھی ملک دشمن ثابت ہوئے لیکن  
حکومت نے ان سے مخالف ہونے کے بجائے اپنے پروگرام کو جاری  
رکھا۔ اور ملک کو سوشلسٹ چین پر چلانے کے لئے اپنی ہمتوں  
پر بخوبی سے کام کیا۔ ان دنوں کم و بیش ہمارے ملک میں جی بی  
صورت حال ہے۔ پیلز پارٹی نے انتخابات سے قبل سوشلسٹ پروگرام  
پیش کیا تھا۔ لیکن اقتدار میں آنے کے بعد وہ سوشلسٹ پروگرام  
سے منحرف ہو گئی اور اس کی جگہ عوام کو چند "بنیادی اصلاحات"  
دینے لگے۔ اس ملک کے سرمایہ دار اور عوام دشمن سیاسی جماعتیں  
ان معمولی اصلاحات کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ وہ اقتصادی  
ڈھانچہ کو جو کٹوں کٹوں پر قرار رکھنا چاہتی ہیں۔ سرمایہ داروں کے  
اشارے پر جماعت اسلامی، نیپ اور دوسری مرکز جوت پسند  
پارٹیاں پورے ملک میں فتنہ فساد کی آگ بھڑک کر محنت کشوں اور  
کسانوں کی طبقاتی جدوجہد کے خلاف سازشیں کر رہی ہیں۔ اور  
موجودہ حکمران ٹوٹے کو اقتدار سے ہٹا کر سلیخ افواج کے ذریعہ اپنی  
من پسند حکومت مسلط کرنا چاہتی ہیں۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں  
کی اس جنگ میں غریب عوام پس رہے ہیں۔ ان کے خلاف  
سازش کی جا رہی ہے، جو آئندہ کسی وقت جی ایک بڑی  
تباہی پیش کرنے ثابت ہو سکتی ہے۔

# غزل

حرف آئے یا نہ آئے غزل کے مزاج پر  
بھڑو پٹن کر کے لگا ہوں سماج پر  
مہر لگا کے زر کی لب، احتجاج پر  
دھنواں ہنس رہے ہیں غریبوں کی لاج پر  
ہے جذب انے دانے میں ہنسا کا خون مگر  
لگتی ہیں تیرے نام کی مہر اس سماج پر  
ہمیں ہزار بلبلھے دلی کی قبر میں  
قربان ہو گئیں اسی جھوٹے رواج پر  
سینوں کی پھلجڑی کا علم سا ہوا بلند  
کرنوں کی یورشیں ہیں لندھیر کے راج پر  
جس کے لئے ہمیشہ سروں کے بنے مینار  
انسان کج قدم ہیں اسی تخت و تاج پر  
شیشے کے گھر میں بیٹھ کر تھوڑے چٹیک  
ہم بھی تو کوئی ضرب لگائیں راج پر  
اتنا شکستِ ظلمتِ شب پر ہے اعتبار  
جتنا ہمیں لقیں ہے اچالے کے راج پر  
یہ روشنی کی لہر تو پھیلے گی شہر شہر  
پر دے مگر آؤ لاکھ اُجھٹے سراج پر  
اب کل کی دھند سحر نکل آتی ہے زندگی  
نظیرں جی ہوئی ہیں زمانے کی آج پر

لفظوں کے چھول میں سے کہہ گئے

اور میں چمک اٹھا عرض اس امتزاج پر

حزین لڈھیانوی





لوہا گرم ہے۔ ضرب لگاؤ

فرقہ مودودیہ کے خفیہ ہدایت

جماعتوں نے بڑے منظم طریقہ سے صحافت پر ایک دودھ پاشن  
 بڑا مال کو اپنے سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا۔ تو مجبوراً تشدد  
 اور جنگ امرامانی کے ذریعہ لیاقت آباد اور چورنگی کے عربیہ اعلام کو  
 بدنام کیا۔ انہیں کرکری کی آفت میں مبتلا کیا اور انسانی جانیں ضائع  
 کر دیں۔

ہسانی فسادات کی آگ بھی جماعت اسلامی اور نیپ عثمانی  
گروپ نے بجھ کاٹی تھی۔ پورے شہر میں توڑ پھور، آتش زنی اور  
خائون کشی کے واقعات میں جماعت اسلامی، ایوتھ فورس اور اسلامی  
جمعیت طلباء کے کارکن ملوث رہے۔ بعض الزام نہیں بلکہ معنی  
شاید وہ کا بیان ہے کہ سنی فسادات اور حال صحافیوں کی ہڑتال  
کے دوران جہاں جہاں دکانوں کو آگ لگائی گئی۔ سڑکوں پر مارتاڑا  
گئے۔ دکانیں کھڑکی کی گئیں، مسوں کو تڑا آتش یا گیارہ شراب پی  
دلوں کو تباہ کیا گیا، پولیس اور فوج پر خاتہر تک کی گئی۔ ان گجہوں  
میں علاقے کے جانے بچانے جماعتی کارکن موجود پاتے گئے۔ اگر ان  
مہنگا سوں کی باقاعدہ عدالتی تحقیقات کرائی جائے اور تحقیقاتی کمیٹی  
متاثرہ علاقوں کے عوام سے حق بات کہلوانے میں کامیاب ہو جائے  
تو عوام کے خلاف جماعت اسلامی کی اس کردہ سازش کا پردہ چاک  
ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی اور نیپ سے سب کچھ کراچی کے چند  
سربراہوں کے اشارے پر کیا جس کا مقصد ایک طرف تو پیٹل پارٹی  
کی جاگیر دارانہ قیادت کا خاتمہ اور دوسری طرف عوام کے ایک  
طبقے کو دوسرے طبقے سے لڑا کر محنت کشوں کی طبقاتی جدوجہد کا  
فرغ ہوتا ہے۔

۱۔ برطانوی حکومت نے ہل کے خلاف بظاہر برٹشمن ٹریڈنگ اعلان  
کرا گیا۔ لیکن پورے دور میں جماعت اسلامی اور پشپٹستانی گروپ کے

تتواہ دار کار میں شہدہ مغربہ کے مطابق بڑی خاموشی اور  
 ہمدردی سے اس غریب کو بگاڑا، آتی، شہدہ دار و زور بھڑک کر تبدیل  
 کرنے کے لئے کام کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کوشاں و زور  
 وادی سندھ مسلمان مسافرات کی آں میں جھلسا رہا، ایک طرف  
 عثمانیہ میڈرانی کی حکومت سے اسلحہ کی کامیابی کر رہے، تو

علماء یارفتے ہیچٹ تسمات چاہتے ہیں

پاچہ راجکوت قومی دسودہ کی اسمبلی کا نائب ہے  
 گزشتہ ۲۵ جولائی کو راجپوت ریورس ٹری آفیس کے رکن ماسٹر  
 عبدالعظیم نے انٹری سے ان کے اس حزب اختلاف کے لئے روانہ فرمایا  
 ممبران آفیس کے راجپوت حاجی زاہد علی اور شمس کنہیا ابھیلا جی  
 حقان نے ایک مشترکہ بیان میں ان کے بارے میں جو بیان کرنا شروع کیا  
 کہ ہے، انہوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس قاضی نے اپنے حکمرانوں کی  
 کے مجبوراً نے اشتغال دلایا تھا۔ اکثریتی آج کی دنیا کی سب سے  
 اقوام کے درمیان ان کے جملے حقیقت ہے کہ کس طرح ان کی  
 آدھے کے معاملات نمونہ پر کرتے ہیں جس سے عوام اور سب کے انوار  
 درمیان پروردگار تعلقات کا عازن ہو جائے  
 ان کی طرف سے جس کے لئے اس طرح کی بات تھی کہ ان کے  
 اس وقت بحال ہو سکتے ہیں جس پر اپنی کا حکم دیا جائے لیا جائے۔  
 اور ان کے لئے اس کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں کیا ہے کہ ان کے  
 آزادی کی حالت پر جو کہ ان کی سب سے زیادہ ہے۔ جہاں تک  
 رہنے اور ان کے لئے کے معاملات کا تعلق ہے یہ شریعت کے  
 کے ہیں جو عوام کے حق کو ان کی مثال دے دیتے ہیں کہ ان کے لئے  
 کے ہیں۔ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

حزب اختلاف کے نمائندوں کی دھمکی کہ ”امن بحال نہ ہوگا“ ان کے پہلے سے تیار شدہ منصوبے کو بے نقاب کرتا ہے۔

دوسری طرف جماعت اسلامی اور جمعیت المسلمان پاکستان کے رہنما اپنے اشتغال ایگزیمانات سے الگ پرتیل جھڑتے رہے۔ مسلسل دس روز کی جنگ گھرارائی کے بعد ریگ قدر سے ٹھنڈی جوں — اور کراچی کی شہری زندگی معمول پر آئی۔ اسی دوران حکومت نے ایک مقامی انگریزی اخبار کا ڈیپوٹیشن منسوخ کر دیا۔ صحافیوں کی نمائندہ تنظیم انجمن صحافیان پاکستان اور انجمن صحافیان کراچی نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف ۲۲ جولائی کو تمام اخبارات میں ایک دن کی پُرامن ہڑتال کا اعلان کیا۔ جماعت اسلامی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک باہر میدان میں نکل آئی اس سے قبل جماعت اسلامی کی پاکستان ٹیلی ویژن آف جرنلسٹ نے ۲۱ جولائی کو عام ہڑتال کا اعلان کیا تھا وہ بری طرح ناکام ہو گئی تھی۔ اخباری صنعت کے کارکنوں کی اس ایک روزہ پُرامن ہڑتال کو تشدد اور لا قانونیت کی راہ پر ڈالنے کے لئے جماعت اسلامی اور اس کی پابند تنظیم نیشنل یونین کے جماعتی کارکنوں نے جو ہڑتال انگریزی کی اس کی مختصر سی تفصیل پیش خدمت ہے۔ ۲۱ جولائی کو میراڈ از سینگٹا کے مقابل جماعت اسلامی کی پابند تنظیم — تنظیم مسلمانہ اسکے دفتر میں ہات کے گیارہ بچے جماعتی کارکنوں کا ایک خفیہ اجتماع ہوا جس میں نیشنل یونین آف جرنلسٹ کے تین نمائندوں کے علاوہ دو تھوڑے فوس اسلام آباد جماعتی طلباء، تحریک انقلاب اور جمعیت المسلمان پاکستان کا ایک نمائندہ بھی موجود تھا۔ نیشنل یونین آف جرنلسٹ کے نمائندے نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

”وہ ہاگرم ہے ایک کراچی ضرب لگانے کی ضرورت  
ہے۔ یہاں آباد اور گولی مار کے لوگوں کو آسانی





# الفلاح اور تنظیم اساتذہ کے دفتر میں جماعتی کارکنوں کا اہم اجتماع

سے اس موقع پر استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ موجودہ حکومت کے سخت خلاف ہیں۔ ان کے سینے کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔ ہمیں صحافیوں کی اس ہڑتال سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

نیشنل یونین آف جرنلسٹ کے نمائندے کے بعد جماعت اسلامی لیاقت آباد کے امیر کے علاوہ اسلامی جمیعت طلباء کے دو نمائندوں نے تقریریں کیں۔ اور نیشنل یونین کے نمائندے کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جماعت اسلامی، اسلامی جمیعت طلباء اور پوٹھ فورس کے کارکن ۲۳ جولائی کی ہڑتال سے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے ناظم آباد، گولی مارا اور لیاقت آباد میں پھیل جائیں۔ اس روز دکان داروں سے عام ہڑتال کی اپیل کی جائے اگر کوئی دکان دار اپنی دکان بند کرنے سے انکار کرے تو زبردستی اس کی دکان بند کر لی جائے۔ جبکہ دکانداروں کی کھڑی کردی جائیں اور بسوں پر علاقے کے بچے سوار کیے جائیں اور پوٹھ فورس کے ذریعہ پھڑپھڑا کر کے بسوں کا پیہر جام کر دیا جائے۔ اس فیصلے کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا کہ جماعت اور اس کی قائم تنظیموں کے کارکن اپنے بازوؤں پر ”این یو جے“ کی سیاہ پٹیاں باندھ کر عملی لیاقت آباد، ناظم آباد اور چورنگی گولیار پینج جائیں اور اپنا کام شروع کر دیں۔ اس فیصلے کے بعد جماعت اسلامی کا خفیہ اجتماع ختم ہو گیا۔

۲۳ جولائی کو اطلاع صدر میں جماعتی کارکنوں کی چھوٹی سی نشست ہوئی، جس میں این یو جے نیشنل یونین آف جرنلسٹ کے محمود احمد مدنی، آفتاب سید اور پروفسر غفور احمد موجود تھے۔ اس نشست میں جمیعت کے چند ذمہ دار کارکنوں کو رات کے فیصلے سے آگاہ کر کے انہیں لیاقت آباد اور گولیار روڈ کر دیا گیا۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ ایک جیپ کے ذریعہ ان کے لئے ٹائر فوج کئے جائیں گے۔ ان کا کام یہ ہوگا کہ وہ پوٹھ فورس کے کارکنوں کے ذریعہ ٹائر جلوا کر سڑکوں کے درمیان چھوڑ دیں تاکہ بسوں کی آمد و رفت رک جائے۔

۲۳ جولائی کی رات کو گولیار ٹیر فوج کے ایک مکان کے عقب میں جماعت اسلامی کے کارکنوں کا اجتماع ہوا جس میں تقریباً پانچ سو افراد شرکت کرے۔ انہیں ہدایت دی گئی کہ لیاقت آباد اور گولیار کے حالات جنوں جی بے قابو رہیں وہ ادھر بھی ہنگامہ شروع کر دیں اس جگہ این یو جے کی سیاہ پٹیاں اور لفٹ بین اون دی سن کے کتے بھی تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ جیپ کے ذریعہ جس پر جماعت اسلامی کے چند کارکن سوار تھے بارہ ٹائر لیاقت آباد روڈ لگائے گئے۔ ۲۱ جولائی کے خفیہ اجتماع کے فیصلے کے مطابق جماعت اسلامی

پوٹھ فورس اور اسلامی جمیعت طلباء کے کارکن لیاقت آباد، گولی مار ناظم آباد اور بٹس روڈ کے علاقے میں پھیل چکے تھے۔ ۲۳ جولائی کی صبح کی این یو جے کے جماعتی کارکن اپنے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھنے عام لوگوں کو ہڑتال میں شریک ہونے کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور حکومت کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کر رہے تھے۔ سڑھے ذریعہ ملک جماعتوں کی بھی ترغیب دہندہ کے باوجود حب لیاقت آباد کے عام دکاندار ہڑتال میں شریک ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور بسوں کی آمد و رفت جاری رہی تو لیاقت آباد کے ایک مکان میں جماعت اسلامی اور یونین آف جرنلسٹ کے نمائندوں کا ہنگامی اجتماع ہوا اور صورت حال پر غور کرنے کے بعد پوٹھ فورس کے خنڈوں کے ذریعہ تشدد کا طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

اس فیصلے کے پندہ منٹ بعد لیاقت آباد کی صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی۔ کریم آباد، عزیز آباد، واشگیر کلاںی اور نیکوچی سے آنے والی بسوں پر زبردست چھڑاؤ شروع ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے سڑکوں

## این یو جے کے جماعتی کارکن ہنگامہ اور توڑ پھوڑ میں پیش پیش تھے

پرائیوٹ سے آگے کے شعلے اور کینٹ دھواں بندھنے لگا۔ دکانیں دھڑا دھڑبند ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی لیاقت آباد کے بعض چوراہوں پر جماعت اسلامی اور پوٹھ فورس کے خنڈہ عنا صہ اشتعال انگیز فیرے لگاتے ہوئے جمع ہو گئے۔

نئی کراچی اور واشگیر کلاںی کی بسیں لیاقت آباد کی بجائے گولیار سے گزرتے گئیں۔ مگر چند منٹوں میں گولیار ناظم آباد کی فضا بھی ہندو شد کر دی گئی۔ جماعت اسلامی کے کارکنوں نے ان علاقوں میں بھی لیاقت آباد کے تیر بھند فیرے چلایا چند لمحوں کو اکا کر دکانوں کے شیشوں اور بسوں پر سنگ باری کر دی گئی۔ جس سے

ڈرگڈ کاندراؤں نے فٹافٹ اپنی دکانیں بند کر دیں۔ جماعتی کارکنوں نے اس علاقے میں بھی جگہ جگہ ٹائر جلوا کر راستہ بند کر دیا۔ سڑکوں پر کولہار کے مالی میوں اور بڑے بڑے پھروں کے ذریعہ رکاوٹیں بکھری کر دی گئیں۔

اسی علاقہ کا ایک دلچسپ واقعہ سنئے۔ ایک صاحب فٹ ہاتھ پر کھڑے ہوئے یہ سارا تناظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بس پر چھڑاؤ کرنے والے ایک رٹکے سے پوچھا۔

میاں یہ آج کیسی ہڑتال ہے۔؟

لو! کھلانے لگا چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم ان سے پوچھئے۔“ اس نے جس

آدمی کی طرف اشارہ کیا، وہ جماعت اسلامی ناظم آباد

کا ایک معروف کارکن تھا۔

جماعت اسلامی یہ سارا ہنگامہ کراچی کے چند صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے کشا سے پر کر رہی ہے۔ جس کا واضح مقصد ملک میں ایک بار پھر فوجی آمریت کی راہ ہمارا کرنا ہے۔ لیاقت آباد میں جماعتیوں نے باقاعدہ ریفرز چڑھا دیے اور کشتی دہشتے سے چھٹکارا بھی کی۔ اب سڑے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی ذمہ داری جماعتی نیپ کے ناولوں کندھوں پر ڈال کر اپنا دامن بھانڈا ہاتھی ہے۔ لیکن جو کل جماعت اسلامی کے خفیہ عوام سے آگاہ ہیں وہ ابھی طرح سے جانتے ہیں کہ سانی فسادات سے لے کر اجازت تک محدود صحافیوں کی ہڑتال تک تشدد کے ہر واقعہ میں جماعت اسلامی کا ہاتھ ہے۔ ان واقعات سے جماعت اسلامی پوری طرح نگی ہو چکی ہے۔ اس کا فسطائی پروگرام، بھائی سے بھائی کو لڑاؤ انے کا منصوبہ عوام میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اب یہاں بازی سے کام لے کر وہ اپنے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈال رہی ہے۔

جماعت اسلامی اور دوسری رجعت پسند سیاسی جماعتوں کی اس خفیہ سازش کا ایک اور ثبوت، ۲۴ جولائی کے جنابات سے ملتا ہے۔ جس میں قومی اسمبلی کے رکن علامہ مصطفیٰ اذہری، صوبائی اسمبلی کے رکن شاہ فرید خان، مولانا حسن حقانی اور عثمان کینیڈی کا بیان شائع ہوا ہے۔ اس بیان میں مذکورہ بالا نمائندوں نے صدر پاکستان سے واضح طور پر کہا تھا کہ

”اس وقت ملک امن بحال نہیں ہو سکتا، جب

ملک سن پر سے باندھی کا حکم واپس نہیں لیا جاتا۔“

اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ۲۴ جولائی

کے تشدد آمیز سنگساروں میں جماعت اسلامی اور دوسری

رجعت پسند پارٹیوں کا زبردست ہاتھ تھا۔



آزاد نئے کشمیر  
کے مجرم،  
عوام کی  
عدالت  
میں



## حکومت نئے کشمیریوں کے ہاتھوں میں بندوق کی بجائے چائے کی پیالیاں تھما دیں

پیر غلام مصطفیٰ حسین علوی

مذکورہ بالا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس سے ہمارے جذبات  
خون اور عقیدہ کا تعلق ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس  
وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک خود کشمیری قوم اس  
کے لیے آٹھ کھڑی نہ ہو۔ یقیناً ایک روز کشمیری جماعت کے  
ظہور شدہ کے خلاف اٹھیں گے۔ اس وقت پاکستان یقیناً اسی  
طرح ان کی حمایت کرے گا جیسے جماعت نے بنگالیوں کی مشرقی  
پاکستان میں کی۔ لیکن اس کے لیے خود کشمیر بھارت میں جذبہ حریت



میر عبد اللہ نیکمرٹری جنرل جوں کشمیر محاذ آوازے شماری

کا تیز ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ جو باہر جذبات جب محمود شام کے ہیں جو انہوں نے  
خود سے داپسی پر اپنی رہنمائی میں — ”شملہ میں کیا ہوا؟“  
کے عنوان میں ظاہر کیے ہیں۔ کشمیر کے متعلق شام صاحب کے  
جذبات یقیناً اچھے ہی ہوں گے مگر انہوں نے شاید اس امر کا  
غور نہیں کیا کہ کشمیری عوام کی جنگ آزادی کا سبب اللہ کا  
پہلو ہے کہ جب بھی اس بدقسمت خطہ میں سہنے طے نظام  
عوام نے غلامی کا جو آئینہ سر سے اتار بیٹھنے کے لیے کسی تحریک  
کا آغاز کیا۔ دوستی کا دعویٰ کرنے والوں نے کبھی ان کی دشمنی  
نہیں کی بلکہ ان سے پہلے درجے کی بے اعتنائی برقی اور صرف  
اپنی لیڈری چمکسنے کے لیے کشمیر کے نام کو اچھا اچھا کر  
لوگوں کو بوقوف بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی کرسیوں کی عظمت  
کونے میں لگے رہے۔ پاکستان کی سابقہ نوکرتاری نے اپنی غلط  
پالیسی بد غلط سوچ کی وجہ سے کشمیر کے مسئلہ کو جو گرت ناپی  
ہے وہ پاکستانی عوام کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگی۔ دنیا میں  
جہں ملک نے آزادی حاصل کی، ان میں بعض ایسے بھی ہیں جہں  
کے پاس اپنی سرزمین کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ پھر کیا بھر ہے  
کہ ہمارے پاس کشمیر کا ایک تہائی حصہ جس کا رقبہ ۳۴ ہزار  
مربع میل، مواد پھر حصہ بھی ایسا ہو جو کشمیر کا خطہ شمشیر نل  
کہلاتا ہو مگر اس کے باوجود وہاں کے عوام میں مروتی اور  
بے جیسی کی کیفیت پائی جائے۔ کیا کبھی کسی نے غور کیا کہ آزاد

کشمیر کے مجاہد عزیز خطہ مظفر آباد، پونچھ اور میر پور کے لیے  
حریت پسند جوانوں کے کندھوں پر بندھتے ہیں اور انہوں  
میں ہندو گزنیہ یا ہم ہونے چاہئے تھے، ان کی جگہ پانے کی۔  
پالیسی اور حکمران کی پالیسیوں نے سہی۔ اور اس طرح انہیں  
ایک گھناؤنی سازش کے تحت گھروں سے بے گھر کر کے ”ہلہ“  
کے پیشہ میں الجھا کر کراچی اور پاکستان کے دوسرے بڑے  
بڑے شہروں کے بے شمار ہوٹلوں کی طرف دھکیل دیا گیا اور  
انہیں کشمیر کی آزادی کی جنگ کے لیے تیار کرنے کی بجائے  
”پیٹ کی جنگ“ میں مبتلا کر دیا گیا۔ اگر غور کیا جائے تو آپ  
عمری کری گے کہ ایسا کر کے کشمیریوں پر ہت بڑا ظلم کیا گیا ہے  
جائے اس کے کہ آزاد کشمیر کے علاقے کو کشمیر کی آزادی میں  
کیسب بنایا جاتا اور اسے پاکستان سے باطل الگ لکھ کر مقبوضہ  
کشمیر کی آزادی کے لیے ایک چھوٹی میں تبدیل کر دیا جاتا۔  
پاکستانی کی سابقہ بددیانت نوکرتاری نے اپنے جذبہ دھوکائی کی  
تسکین کے لیے اپنی مٹی کی اور سب سے اور کھڑی تلی حکومتیں  
مسلط کیں اور اس طرح وہاں کے جیلے ماہر ہوں کو جنوں نے  
چوتیس ہزار مربع میل کا ایک بہت بڑا علاقہ اپنے زور بازو  
سے حاصل کیا تھا۔ انہیں اصل مقصد سے ہٹا کر جنگ زدگری  
میں الجھا دیا۔ کشمیریوں کو ناکام بنانے کے لیے وزارت امور  
کشمیر کی نوکرتاری نے انہیں قتل و کشتی راہ لپیڈ کی کا طرف  
کرنے کی عادت قالی اور سالہ سال تک انہیں سیاسی شہوت





مشرقی ایدم، ملک کی کان کے رکن



مشرقی ایدم، ملک کی کان کے رکن



مشرقی ایدم، ملک کی کان کے رکن

## ادھر گنگا اغوا ہوا ادھر عوام سردار قیوم سے چندے کا حساب مانگنے لگے

کے ساتھ شائع کیا۔

دسمبر ۱۹۶۸ء میں قومی محاذ آزادی کے ایک رکن مشر مقبول احمد بٹ بعد اپنے دو ساتھیوں کے جنہیں مقبوضہ کشمیر کی حکومت نے چھانسی کی سرکشی میں قتل کر دیے تھے اور جراثیم کا شہوت دیتے ہوئے سری نگر ہل سے فرار ہو کر آزاد کشمیر پہنچ گئے۔ جہاں انھیں ایک ماہ تک ان کا انٹروکشن ہوا۔ اور پھر انہیں رہا کر دیا گیا۔ مقبول بٹ کے آہلے کے بعد تحریک میں ایک نئی زندگی آگئی اور کام زور سے شروع ہوا۔ ہونے لگا جس سے برہم ہو کر پاکستان کی مرکزی حکومت نے ۱۹۶۸ء کے وسط میں قومی محاذ آزادی جوں و کشمیر کے چند لیڈر مل کو پولیٹیکل برانچ کراچی کی وسعت سے وارننگ دے دی کہ اگر مقبوضہ کشمیر میں ان کا رویہ ان کو زندہ رکھا گیا تو سب آدمیوں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ وارننگ دینے کے آٹھ ماہ کے بعد جنوری ۱۹۶۹ء میں ”مائی جیلنگ“ کا واقعہ پیش آیا جبکہ قومی محاذ آزادی کے دو حریف پسند نوجوان محمد شرف بٹیشی اور محمد شرف قریشی کال جراثیم کا شہوت دیتے ہوئے بھارتی جہاز گنگا کو سری نگر سے اغوا کر کے لاہور لے آئے۔ دنیا بھر کے اخبارات نے اس خبر کو فوری طور پر شائع کیا۔ نوکر شاہی اس خبر کو پاکستانی اخبارات میں شائع ہونے سے شرمک سکی اور اس طرح قومی محاذ آزادی کا نام پہلی دفعہ دنیا بھر میں روشن ہوا۔ اس خبر سے مسئلہ کشمیر کے مزید جسم میں پھر سے جان بڑھ گئی۔ اگرچہ بھارت کی غاصب حکومت نیک نیت ہوئی اور اسے ذرہ برابر بھی کشمیر کے مسئلہ سے دلچسپی ہوتی تو اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اقوام عالم کو اپنا ہمنوا بنا سکتی تھی۔ مگر چونکہ سابقہ حکومت کا یہ قومی محاذ آزادی کے عجب وطن لیڈروں کا دشمن

حریت پسندوں کو پوچھ گچھ کمیوں میں طلب کیا جاتا رہا کیے اس کے کہ پاکستان کی سابقہ حکومت حریت پسندوں کی حوصلہ افزائی کرتی۔ نوکر شاہی نے اندر ہی اندر انہیں زک پہنچانے کے بعد گرام و شیعہ کرنے شروع کر دیئے۔ قومی محاذ آزادی مقبوضہ کشمیر میں جو بھی کاروائی نمایاں انجام دیتی اس کی کارروائی کو پاکستان کے اخبارات میں شائع ہونے پر پابندی لگا دی جاتی تاکہ لوگوں کو محاذ آزادی کی سرگرمیوں کا کچھ پتہ نہ چل سکے تاکہ آگے چل کر یہ جاعت کہیں عوام میں اپنی جڑیں مضبوط نہ کر سکے۔

مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی میں قومی محاذ آزادی کی لئے دن کی سرگرمیوں کی وجہ سے فضا شور اٹھا جس کی تفصیل سری نگر کے علاوہ پاکستانی اخبارات میں بھی آتی رہی۔ مقبوضہ کشمیر کے گورنر بھگوان سہاسے نے بھی کہا کہ حریت پسندوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے ہم بڑی طرح واقف ہیں اور ان سے نمٹنے کے لیے مناسب کارروائی کی جا رہی ہے۔

ملی کے اخبار ”نور“ نے لکھا کہ مقبوضہ کشمیر میں تمام افسان حریت پسندوں کے خوف سے قلعہ نما مکانات میں رہتے ہیں؛ کشمیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۱۹۶۸ء میں فرمایا کہ ”کشمیر کے مختلف علاقوں کے دفاتر کے بعد یہ چیز میرے علم میں آئی ہے کہ کشمیری نوجوان اب پراسرار طریقوں کے پابند نہیں اور اب وہ تشدد کا سہارا لینے کی باتیں کرتے ہیں۔ بھارتی حکمرانوں نے اگر اب بھی ہوش کے ناخن نہ دیے تو کشمیر بھارتی استعمار کے تابعدار میں آخری کئی ثابت ہوگا؛ شیخ صاحب کا یہ بیان کشمیر بھارت اور پاکستان کے اخبارات نے جلی سڑھیں

کے طور پر پھیلنے دیتی رہی۔ ہماری کشمیری قوم کو جان بوجھ کر قومی بے حس، بجرانہ غفلت اور بے عملی کا شکار بنا دیا گیا۔ حالانکہ انہوں نے ۱۹۴۷ء میں بے سوسامی کی حالت میں جہاد آزادی کا آغاز کر کے، دنیا میں بسنے والی قوم اقوام کی رہنمائی کی تھی اور جب نوکر شاہی کی پشت دھانیوں کی وجہ سے وہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ گئے تو پھر خود ہی ان کے متعلق پراپیگنڈا کیا گیا کہ کشمیری ایک بڑی قوم ہے جو اپنے وطن کی آزادی کے لیے کھڑے رہیں چاہتی۔

نوکر شاہی نے اپنی حماقتوں اور بددیانتی کی وجہ سے اس جنگ کو زمین کے ایک ٹکڑے کا مسئلہ بنا دیا اور دنیا بھر اس کے بے جگہ بھی لڑیں جن میں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور یہ کشمیری قوم کو بنام ”زمانہ معاہدہ تاشقند“ کے سوا اور کچھ نہ دے سکی۔

معاہدہ تاشقند سے برہم ہو کر کچھ سر بھڑے آزادی کے قتوالے کشمیری جلال کی رگ حمیت جھڑکی اور انہوں نے ۱۹۶۹ء کی طرز پر اپنی جنگ آزادی مقبوضہ کشمیر سے خود شروع کرنے کے لیے قومی محاذ آزادی کے نام سے اپنی ایک تنظیم قائم کی اور اپنے عہد و وسال کو برصغیر کا لاسٹے ہوئے ۱۹۶۹ء میں مقبوضہ کشمیر میں علیحدہ جہاد کا آغاز کر دیا اور کئی جنگوں پر کئی ”کے کے کے“ بھی بنائے مگر چند ماہ بعد راز فاش ہو جانے کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کی پولیس اور فوج حرکت میں آگئی۔ چنانچہ کئی حریت پسند کشمیری پکڑے گئے۔ پاکستانی حکومت کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو بھارت کی طرح پاکستان کی حکومت نے بھی پاکستان میں مقیم ساتھیوں کی پوچھ گچھ کے لیے انٹروکشن سٹرکھول دیئے اور راولپنڈی، کراچی اور مظفر آباد میں کئی





## ”ہمیں جہاز سے نہیں مسافروں سے دلچسپی ہے“ چیف سیکرٹری پنجاب

بن چکا تھا اس لیے حکومت انہیں پوری طرح کچلنے کے لیے منصوبے بنائے گئے۔ اس سارنٹ کو بولان چڑھانے میں مولانا سولہ قیوم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کیونکہ ”وہی جنگ“ کے واقعہ سے ان کے خالی خولی الجھا ہوا فراڈ، کو ہوا دھچکا لگا تھا اور لوگ ان سے چنہ کا حساب مانگنے لگے تھے۔ قومی محاذ آزادی گنگا“ کو دھماکہ سے اڑانے کے حق میں بالکل نہیں تھی۔ اس سلسلے میں محاذ نے شماری کے ایک سرکردہ لیڈر غلام محمد لون نے چیف سیکرٹری پنجاب جناب آغا افضل کو مقتول احمدیٹ، میر عبد القیوم، ڈاکٹر فاروق حیدر اور قومی محاذ آزادی کے دوسرے ارکان کے سامنے کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ جہاز آپ کے حوالے کر دیا جائے تو بٹ صاحب کو کہہ دیں کہ وہ پریس کانفرنس میں اعلان کر دیں کہ حکومت کے کہنے پر ہم نے جہاز ان کے حوالے کر کے کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر چیف سیکرٹری نے جواب دیا کہ ”ہمیں جہاز کے مسافروں سے دلچسپی تھی وہ ہم نے نکال دیا ہے۔“ باقی رہا جہاز کا معاملہ تو یہ محاذ آزادی کی ملکیت ہے، اسے رکھیں یا منانے کریں ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ حکومت چاہتی تو جہاز پر کسی بھی وقت قبضہ کر سکتی تھی۔ مگر حکمرانوں کی نیت چونکہ خراب تھی اس لیے انہوں نے جہاز کو اپنے کنٹرول میں لینے کے بجائے اس کے بھلانے جانے کے حالات خود پیدا کیے۔ اور اس طرح ایک سو بیسی بھی سازش کے تحت حریت پسند لوگوں کو دھمکا کر جہاز کو آگ لگا دی۔ یوں ایک طرف انہیں یہ پراپیگنڈا کرنے کا موقع ملا کہ بھارت نے مشرقی پاکستان کی پروا نہیں بند کرنے کے لیے شاطرنہ چال چلی ہے اور گنگا، کو خود اٹھا کر آیا ہے اور دوسری طرف محاذ آزادی کے قابل فخر کارنامہ کی دہر سے عوام میں جو نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا تھا اور کشمیریوں کے متعلق ان کے دلوں میں قدر و منزلت کے جو جذبات بیدار ہوئے تھے انہیں کچلنے کے لیے راہ ہموار کر لی گئی پھر افواہوں کا سلسلہ شروع کیا گیا کہ یہ لوگ ”بھارتی ایجنٹ“ ہیں اور جب ان کا چھوٹا بھائی ”نشا“ نے پربھنجا اور پاکستان بھر کے عوام میں جب یہ زہر پوری طرح سرایت کر گیا تو پھر نور العارفین کمیشن کا ایک ڈھونڈ رچا کر اپنے مطلب کی رپورٹ شائع کر لی گئی اور انکوائری کا جہاز کر کے مغربی پاکستان اور آزاد کشمیر کے مولود عرصہ میں جہاں جہاں بھی قومی محاذ آزادی اور محاذ آزادی نے شماری کے سرکردہ لوگ موجود تھے ان کے خلاف وار دگیر کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور لوگوں کو دہشت

زدہ کرنے کے لیے پولیس کی بھاری جمیعت نہ بچا پے مارنے کے علاوہ خاندانوں میں شروع کر دیں۔ ایک ہی وقت میں کراچی سے لے کر پشاور اور میرپور (آزاد کشمیر) سے لے کر گلگت تک پولیس کا پورا عملہ حرکت میں آ گیا اور ہر جگہ خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی گئی۔ اس کارروائی کے بعد کئی ماہ تک دوسرے زیادہ حریت پسندوں کو (سی۔ آئی۔ اے) م قس کراچی، شاہی ظفر لاہور، چونا منڈی لاہور، دھلائی کیمپ اور بلیک فورٹ گوجہ مظفر آباد کے حقوت خانوں میں رکھ کر ان پر وہ مظالم ڈھائے گئے جن کے سامنے مذکور کے قائم کردہ حقوت خانے بھی تیج، بن، کوڑے، چھتر، بھلے کے چٹکے، الٹا لٹکانے، ننگے جسم کے نازک حصوں پر چوڑیوں، ڈھالنے، ہفتوں بیدار رکھ کر شکنجوں اور آہنی دروازوں کے ساتھ، ہتھکڑیاں لگا کر کھینچنے رکھنے، ننگے جسم کے نازک حصوں پر گرے پگھلی ہوئی موم کے قطرے ٹپکانے، مار مار کر ننگا کر کے گئے میں نجاست کے قتل ڈال کر پستی ہوئی زمین پر پٹلانے اور مار مار کر ننگے کر کے اور گھنے میں جوتوں کے ہر ڈال کر قطعے کے اندر گھمانے کے دہشت انگیز عمل شامل ہیں۔ حریت پسندوں نے اپنی مرضی کا بیان لینے کی خاطر ان کی عفت تاب بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں کو شاہی قلعہ لاہور کے عقوت خانے میں پکڑ کر لانے اور ان کی بے عزتی کرنے کی دھمکیاں دے کر انہیں بلیک میل کیا گیا۔ عرصہ چھ ماہ سے محمد انتم قریشی، محمد اشرف قریشی، مقتول احمدیٹ، میر عبد القیوم، میر عبدالمنان اور غلام محمد لون پر اسپیشل کورٹ میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر فاروق حیدر کو تشدد کا نشانہ بنا کر سلطانی گواہ بنایا گیا تھا مگر بعد میں وہ بھی اپنے بیان سے معذور ہو گئے۔ اور انہوں نے عدالت عالیہ کو درخواست دی کہ میرا بیان انسانیت سوز ظلم و تشدد کر کے لیا گیا ہے لہذا مجھے عدالت میں بلایا جائے تاکہ میں پولیس کے ظلم و بربریت کی داستان عدالت عالیہ کے سامنے لاسکوں۔

وطن عزیز کی آزادی کے لیے تکریم شروع کرنے والے قومی محاذ آزادی کے ان مخلص اور بے لوث حریت پسندوں کے حق کو دیکھ کر کیا کوئی کشمیری وطن کی آزادی



# اخبارات نے شیخ عبداللہ کا بیان توڑ مروڑ کر پیش کیا

کے لیے تحریک جلدی تو ایک طرف، اس کے بارے میں آئندہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا، کس کو مصیبت پڑی کہ وہ کشمیر کی آزادی کے جذبے میں سرشار ہو کر سامنے آئے۔ اور "حاسوسی کا تعلق" اپنے سینے پر آویزاں کر آئے۔ وہ کس کس کو بتانا پھرے گا کہ میں محب وطن ہوں، میں تو کشمیر کا خدائی ہوں، میں حاسوس نہیں حریت پسند ہوں، ایجنٹ نہیں جنگ آزادی کا سپاہی ہوں، کر لینے کا فوجی نہیں وطن کا سرفروش مجاہد ہوں۔

کشمیریہ لیلیں کا نفرنس کے لیڈر محی الدین قرہ، جو کئی بار پاکستان کی حمایت کرنے کے جرم میں قید و بند کی مشکلات سے دوچار ہو چکے ہیں اور جو محمد شام قریشی کے عزیز بھی ہیں، ۱۹۴۷ء سے اب تک پاکستان کے بہت بڑے مایوس میں شمار ہوتے تھے مگر "ٹائی جنگ" کے ڈھکے کے بعد پاکستان کے رویہ نے انہیں بھی بدل کر دیا اور حال ہی میں پریس کو بیان دیتے ہوئے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس سے کشمیری حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ابھی چند ہی ہفتوں کی بات ہے کہ خیر کشمیر صاحب شیخ محمد عبداللہ صاحب نے بھارت سے کشمیر بیچنے پر اخباری نمائندوں کے سوالات کے جوابات دیتے اس کے اقتباسات بی بی سی، ریڈیو کشمیر اور آل انڈیا ریڈیو نے براڈ کاسٹ ہوئے تھے۔ شیخ صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو بھارت کے حق میں اور پاکستان کے خلاف جاتی ہو۔ مگر ان سوالات کے جوابات کو ایک سائز کے تحت پاکستان میں مقیم بی بی سی کے نمائندے مٹرائیں۔ ایم غفری نے توڑ مروڑ کر پیش کیا جس سے شیخ محمد عبداللہ سے نفرت کھنے والے اخبارات نے خوب نمک مرچ لگا کر اچھالا اور جمل سٹریٹوں سے شائع کیا، کارٹون بنائے اور ادارے تک لکھے۔

یہ پراپیگنڈہ "شملہ کانفرنس" سے پھیل گیا اور لوگوں کے دلوں میں شیخ صاحب کے خلاف نفرت پھیلانے کی جہی پوری کوشش کی گئی۔ انہیں غدار، افتداس بھوکا، ان الوقت اور نہ ہانے کن کن القابات سے نوازا گیا۔ ایک کثیر الشاعت اخبار کے صفحہ اول پر ایک کارٹون بھی چھپا جس میں شیخ صاحب کو انداز کی ڈنگ لڑی پر ناچتے ہوئے دکھایا گیا۔ جنوں کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ لوگوں کے دلوں

پر حکومت کرتے ہیں۔ کشمیر میں ان کی وہی پوزیشن ہے جیسی پاکستان میں قائد اعظم مرحوم کی ہے۔ مگر ان اخبارات نے کشمیر بھل کے اتنے بڑے رہنما کی نسبت بی بی سی کے پاکستانی نمائندے کی فرضی کہانی کو زیادہ اہمیت دی اور اس سے مزید کچھ سننے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ انہیں تو پھر ہندو کی ضرورت تھی۔ یقیناً جیسا کہ پاکستان کے بعض اتنے بڑے بڑے اخبارات اس قدر گروٹ اور سیت ذہنیت کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں کہ وہ کشمیر کے بابر زبیر اور آزادی کشمیر کے "SYMBOL" کا انقلاب شیخ محمد عبداللہ کو اس طرح مجوزے اور تحقیر آمیز طریقے سے پیش کریں گے۔

شیخ صاحب کا تصور یہ ہے کہ انہوں نے ۱۹۶۷ء کے پراشوب دور میں مجھے بڑھ کر مقبوضہ کشمیر کی ایجنسز پیش کر دیں سنبھالا۔ وہ قتل و غارتگری کا ناز تھا جب



چوہدری غلام عباس (مرحوم)

چوہدری غلام عباس مرحوم کے بد قسمت مرنے والے کشمیری مسلمانوں کو ان شریہ سبک بنگھ اور مدراجہ کی ڈوگرہ سینا نے گھبرمولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا یا انہیں مہاجر بنا کر پاکستان کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اگر شیخ صاحب ایسا نہ کرتے اور عقل و فہم حکام نہ دیتے تو جنوں کی طرح وادی کشمیر میں بھی مسلمانوں کا وجود صرف لٹل کی طرح مٹ چکا ہوتا۔ وادی کے لوگ شہید کر دیئے جاتے اور یا انہیں بھی پاکستان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا جاتا۔ آج جو کشمیر میں مسلمان نظر آتے ہیں یہ سب اللہ کا مہربانی اور شیخ صاحب کی دانشمندی کا نتیجہ ہے۔ خدا آپ ریاست کپور تھلہ (بھارت) پر نظر دوڑائیے جیلانوں

کی اکثریت کی ریاست تھی۔ کیا آج وہاں ایک بھی مسلمان نظر آتا ہے۔ ایسے نازک دور میں کشمیر نے قوم کی فوجی ناکہ کو کمال ہوشیاری اور دانشمندی سے باوجود مخالفت کے خفاک چھپیروں سے بچا کر بھگت کٹھن سے بچا کر بچا دیا۔ جب لغز کا یہ طوفان ٹل گیا، حالات پرسکون ہو گئے، قتل و غارت اور لوٹ مار کا دور ختم ہوا۔ اور انہوں نے جب محسوس کیا کہ اب میری قوم کا قتل عام نہیں ہو سکتا تو وہ غم مٹو تک کر سامنے آ گئے۔ اور بھارت کے خلاف پوری طرح ڈٹ گئے۔ یہاں تک کہ وزارت غلطی کے ماتھے سے نکل جانے کی پرواہ تک نہ کی اور اس طرح وزارت غلطی کی کرسی کو لٹ مار کرینے دیا اور زنداں چلے گئے اور کئی سال تک قید و بند کی مشکلات سے دوچار رہے۔

شیخ صاحب کے متعلق ایک اخبار نے اپنے ادارہ میں یہ بھی لکھا کہ "انہوں نے سوچا ہو گا کہ آخری عمر میں ایک بار پھر اقتدار کے مزے لے لیں۔" شیخ صاحب سردار قیوم نہیں ہیں، جن کا دین و ایمان پیسہ ہے اور جو التجاہد فرماؤ، اور دوسرے نت نئے ڈھونگ رچا کر پیسہ اکٹھا کرنے کے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ اگر شیخ صاحب آئندہ کے بھوکے ہونے تو ہاتھ آئی ہوئی مقبوضہ کشمیر کی وزارت غلطی کی کرسی کو کبھی لات نہ ملے اور اب تک اس کے ساتھ چھٹے رہتے

کیا یہ حقیقت نہیں کہ شیخ صاحب نے ڈاکٹر فاکر حنیف کے بعد بھارت کی عدالت کی پیش کش کو نہایت خفا سے ٹھکرا دیا تھا کیا پاکستان میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے کہ کسی نے منہ اقتدار کو اس طرح سے ٹھکرایا ہو۔ پاکستان میں تو اس وقت تک کوئی کرسی نہیں چھوڑتا جب تک کہ فالج زدہ ہو کر اس کا دم نہیں ٹل جاتا اور پھر بوقت زراعت اٹھٹھا لگا کر اسے حکومت سے علیحدہ نہیں کیا جاتا۔ سکندر مرزا، ایوب خان اور پھر یحییٰ خان کے اعدا کو لوگ ابھی تک نہیں بھولے۔ پاکستان میں شیخ صاحب کے پائے کا ایک بھی ایسا لیڈر نہیں ملتا جس نے قائد اعظم کے ہوا اپنی قوم کے لیے اپنی جوانی کو اس طرح بڑھاپے میں تبدیل کر دیا ہو اور اپنی زندگی کے پچیس قیمتی سال قید و بند میں گزار دیئے۔ اسی اخبار نے (ادارے میں آگے جا کر شیخ صاحب

# ”بھارت اور پاکستان کو کشمیر کا سودا کرنے کا کوئی اختیار نہیں“ شیخ عبداللہ

کو اسکول ماسٹر، کے نام سے لپکا ہے۔ اسکول ماسٹرس انڈیا کے نزدیک گویا ایک ذلت آمیز پیشہ ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ استاد ہی تو ہوتا ہے جو نئی پود کو ایک قوم کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ وہ اخبار نویس شاہد بھول گئے کہ تاریخ میں ان مٹتے نشانات چھوڑنے والی کئی ایسی ہستیوں گزری ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی ابتدا سکول ماسٹری سے کی۔ ناپیچر یا کے البیکر، تافا ویلیو، نٹری لیکا کے سائمن بندنا، بھارت کے ڈاکٹر ڈاکٹر حسین، انڈونیشیا کے عبدالرحیم سوئیکارو اور لیون او کے ریٹائر سیکرٹری جنرل اوتھانٹ! یہ سب سکول ماسٹر ہی سے یہاں تک پہنچے تھے۔

شیخ عبداللہ کے بارے میں جب سب اخبارات اپنا اپنا زاہر پھیلانے لگے تو جاکنگ شیخ صاحب نے کشمیر کے علاقہ ”سوپور“ میں جو تقریر کی، اس نے شیخ صاحب کے خلاف چھپنے لگے ”نہر“ کی پوری قلعی کھول کر رکھ دی جسے پاکستان کے تمام اخبارات نے جلی مرشوں سے شائع کیا۔ شیخ صاحب نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ————— ”مجھے پاکستان اور بھارت دونوں سے وابہ انداز آسکتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر دو کو یہ حق پہنچانے کہ وہ میری ”جہم بھومی“ کا سودا کرنے ہوئے اسے آپس میں بانٹ لیں، البتہ ہرگز نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ہم اپنی آزادی کی جنگ کو جاری رکھیں گے خواہ اس کے لیے مجھے کتنی بار مرکز و بارہ زندہ ہونا پڑے اور یہ کہ کشمیریوں کو ایک طویل جنگ آزادی لڑنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔“

شیخ صاحب کے خیالات سننے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ جن اخبارات نے ان کے خلاف اداسیے لکھے تھے اور کارروائی چھپا دی تھی وہ معذرت کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے تاکہ ان کے اداروں کو بڑھنے والے کشمیریوں کو جو صدمہ پہنچا تھا کسی حد تک اس کا دلاوا ہو جائے مگر ایسا نہ کر کے انہوں نے اپنے متعلق کشمیریل کے دلوں میں نفرت کے بیج بوئے ہیں۔

اخبارات میں آج کل ”شیلڈ کانفرنس“ کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں قسط وار شائع ہو رہی ہیں کچھ معلومات کا اظہار تو بر ملا کیا جا رہا ہے مگر کچھ ایسی بھی ہیں جو مصحفیت کے پردوں کی نذر ہو کر ابھی تک

منظر عام پر نہیں آئیں۔ سنا ہے کہ جب تک پاکستان اور بھارتی صحافی آپس میں ملے تو ادھر ادھر کی باتوں کے دوران پاکستان میں گنگا دہلی جیکنگ کیس، کا موضوع بھی زیر بحث آیا۔ جس پر بھارتی صحافیوں نے ”دہلی جیکنگ“ کے بارے میں دلیلیں دے کر جب پاکستان کے سرکاری موقف کو ایک ”غریب“ قرار دیا تو پاکستانی صحافیوں کی زبانیں گنگ

ہو گئیں۔ بھارتی صحافیوں نے طنزیہ لہجے میں کہا پاکستان میں بڑے بڑے فراڈ ہوتے رہتے ہیں مگر گنگا دہلی جیکنگ اپنی نوعیت کا واحد فراڈ ہے جس کی پاکستان میں مثال نہیں ملتی۔ ————— پاکستانی صحافیوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ خاموش رہے۔

## اردو کے بعد آزادی صحافت: صفحہ ۱۱ سے آگے

کوسمادی۔ سیاسی استقام کی آگ ٹھنڈی کی جھبیت کے نام پر جمہوریت کا قتل ہوا۔ آزادی صحافت کے نام پر آزادی صحافت تحریک پسندی اور رجعت پسندی کا شکار ہوئی۔

سوچنے والے سوچتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ یہ آزادی صحافت کیا ہے اور کس کے لئے ہے؟ اخبارات کے مالان سرایہ دار ہیں۔ کارخانوں اور ملوں کے مالکان بھی سرایہ دار ہیں کیا سرایہ دار سرایہ دار ہیں فرق جتنا ہے۔ جتنا کہ سرایہ دار کا رخاٹے اور مل چلاتے ہیں۔ محنت کا استحصال کرتے ہیں۔ جو سرایہ دار اخبارات نکالتے ہیں، وہ کسی کا استحصال نہیں کرتے۔ محنت معلق کرتے ہیں۔ عوام کی سیاسی اور اقتصادی آزادی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ محنت کشوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کرتے ہیں۔ جمہوریت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اپنے مفادات قربان کرتے ہیں۔ خود آپ اپنے گلے پر پتھر پیھتے ہیں۔ خود کشی کا اہتمام کرتے ہیں۔

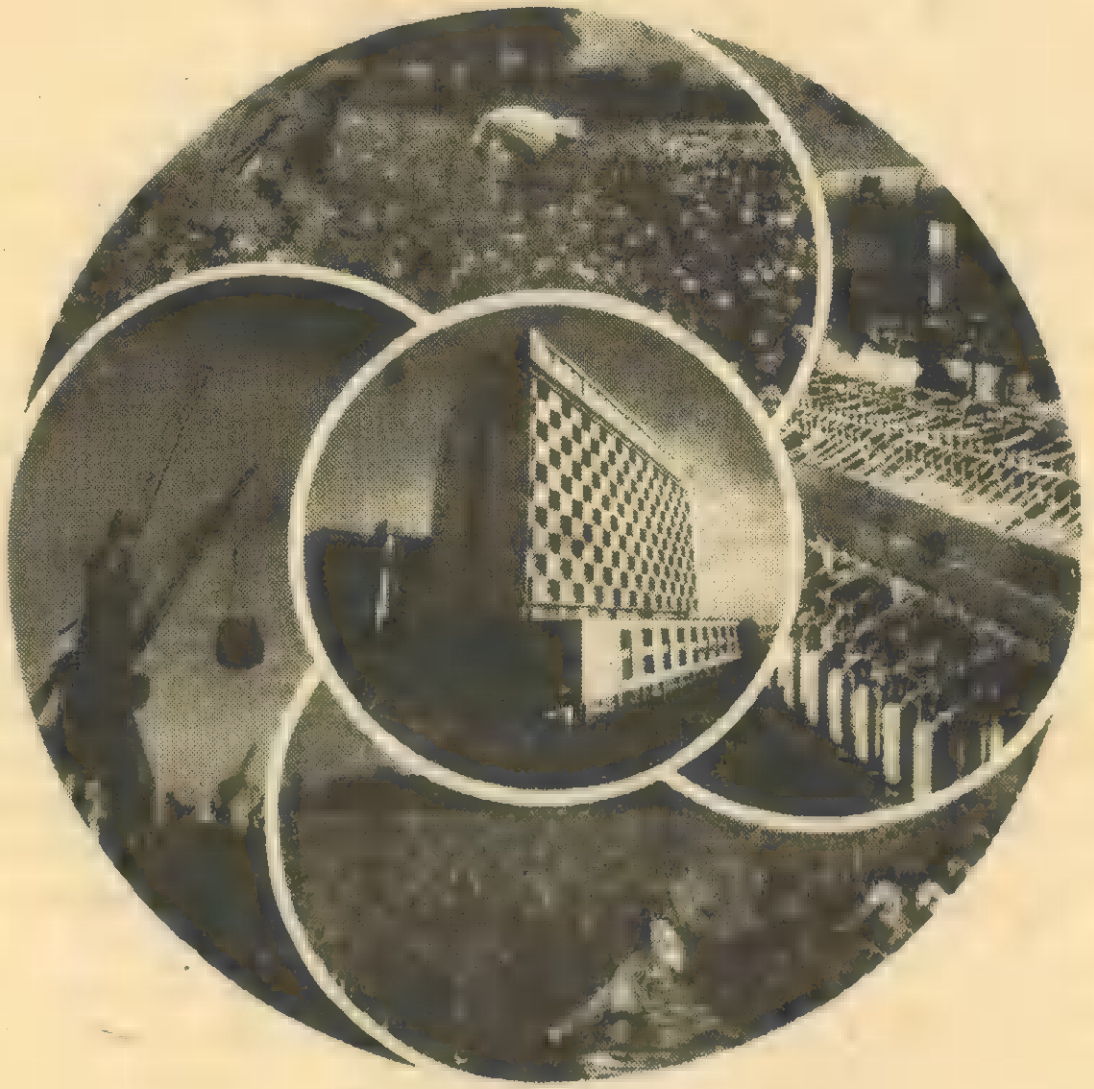
مقدس ہیں یہ سرایہ دار۔ جمہوریت اور آزادی صحافت کے علمبرداران سرایہ داروں کو سلام کرتے ہیں۔ جماعت تنظیموں کی اصول پرستی کو بھی سلام کرتے ہیں۔ تجرخلوں اور اشارے کیسے ان سرایہ داروں کے ”جمہوری حقوق“ کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ اور جس کی جدوجہد میں جماعت اسلامی اور نیپ بھی شریک ہے۔ اسلام پسند اور ترجمان پسند دونوں سرگرم عمل ہیں۔ جن کے کارکن بیافت آباد، ناظم آباد اور گولی ماریں توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ آتش زنی کرتے ہیں۔ انتشار اور لافانویت پھیلاتے ہیں۔ گندی گندی لیاں گھبے ہیں۔ سوشلسٹوں کو قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔ انڈونیشیا بنادینے کی دیکھیاں دیتے ہیں۔ آزادی صحافت کا پرچم بلند کرتے ہیں۔ جمہوریت کی جنگ لڑتے ہیں اور افاغہ ملک فوج کو پیش کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

نہرونی جہاں آج آزادی صحافت کے نام پر توڑ پھوڑ ہوتی ہے، آنکشتی ہوئی ہے۔ فتنہ و فساد جتنا ہے۔ آزادی صحافت کے روپ ڈالے ہیں۔ جب ہزاروں صحافی اپنے جمہوری حقوق سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ فاقہ کشی اور زبوں حالی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ توڑ جماعت اسلامی کا ضمیر جاتا ہے۔ رجحیت، اعلان اسلام اور نیپ کا ضمیر جاتا ہے۔ اس وقت دہلی کی، این۔ این۔ این کی بھی سانپ سوختے جاتا ہے اور اسلامی جمیعت طلباء بھی اندھی، گونگی اور بہری ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی ان جماعتوں نے ان تنظیموں کے سرایہ داروں کے حق میں آزادی صحافت کی تائید و حمایت کی سٹی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی حکومت جی۔ این۔ پی۔ پی کی حکومت ہے۔ جی حکومت کا اقدام مجمع غنا۔ پیپلز پارٹی کا اقدام غلط ہے۔

وقت، وقت کی بات ہے جب بھی حکومت اخباری سرایہ داروں کے ساتھ مضبوطی کرتی ہے تو جماعت اسلامی اور مقام اسلام پسند جماعتیں سرما اور آڑ لیتی ہیں اور سب پیپلز پارٹی کی حکومت ایک سرایہ دار خاوند کے سیاسی ٹیک میٹنگ کا منہ بند کر دیتی ہے تو آزادی صحافت خطے میں بڑھ جاتی ہے۔ مودودیوں اور اسلام پسندوں کے گھروں میں صاف نام چھ جاتی ہے۔ نیپ کی صفوں میں کبرام برپا ہو جاتا ہے۔

اپریل ۱۹۷۲ میں آزادی صحافت کا جنازہ نکلا۔ اور ۲۳ جولائی ۱۹۷۲ کو بھی نکلا۔ اس وقت صحافت کا جنازہ جماعت اسلامی اور اسلام پسندوں کے اعتوں نکلا اور آج جماعت اسلامی اور نیپ دونوں کے اعتوں نکل رہے ہیں۔ نیپ یو جے کا علاوہ وہ اپنی اصول پرستی کی شکار ہے۔ اس نے اصولوں کی بنیاد پر آزادی صحافت کے حق میں آواز اٹھائی جماعت اور نیپ نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی سیاسی دکان بھائی۔ انتشار اور لافانویت





# اپنی ترقی اپنا بینک نیشنل بینک آف پاکستان

# اگر تہی کے ڈبے

”باہوجی۔۔۔ باہوجی۔۔۔ یہ اگر تہی لے لو۔۔۔ آٹھ اٹے کا ڈبہ ہے۔ ایک دس سال کے بچے نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔“

”باہوجی۔۔۔ دیکھو میری چھوٹی چھوٹی تین تین ہیں میرا باپ کی ہینس سے پیار ہے، یہ اگر تہی لے لو۔۔۔ آج ہمارے گھر میں ہڈی پک جانے لگی۔ اس نے لگھکھکاتے ہوئے کہا۔  
”تم کہاں رہتے ہو۔۔۔“ میں نے اس سے پوچھا۔  
”میری میں رہتا ہوں۔۔۔ باہوجی آپ نے ہماری رستی دیکھی ہے؟“ اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”یہ لو۔۔۔ میں نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے ایک پیسہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے قہقہے میں سے اگر تہی کے دو ڈبے نکال کر میری طرف بڑھا دیئے۔

”نہیں نہیں۔۔۔ اسے تم اپنے پاس رکھ لو۔۔۔!“  
باہوجی میں نے کوئی حیک متوری مانگی ہے۔ یہ تو میری کاٹھالی ہے۔ آپ نے مجھے بھکاری سمجھا ہے؟“ اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے ٹپٹپٹے تھے دھاروں پر ٹپکنے لگے۔

”نہیں بھئی۔۔۔ میں اصل میں ابھی آفس جابا ہوں، اپنے بڑے صاحب کے پاس، لہذا اسے کہاں رکھوں گا۔“ میں نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر لہجے سے بیسیو سلیٹا کی طرف مڑ گیا۔

دوسرے دن وہ پتھر مجھے جوہی سلیٹا کے پاس ملا۔ مجھے دیکھ کر فرزداد دروازہ آگیا۔ اور قہقہے میں سے اگر تہی کے دو ڈبے نکال کر میری طرف بڑھائے۔

”باہوجی! ابھی تو صاحب کے پاس نہیں جا رہے ہیں؟“  
”نہیں نہیں۔۔۔ تم اسے اپنے پاس رکھو جب مجھے ضرورت ہوگی تو میں لے لوں گا۔“

”نہیں باہوجی۔۔۔ کل میری ماں مجھ پر بہت گرم ہوئی۔ اس نے تب ڈبے گئے تو دو ڈبوں کے پیسے فالتز تھے۔“  
میں نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”پلو

ہوٹل میں کھانا کھا میں۔“

”تہا۔۔۔ یہ اب جان کیا کرتے تھے؟“

جو رہا بازار میں گدھا گاڑی چلاتے تھے، پھر ایک دن ان کا بچہ ڈنٹ ہو گیا۔ ہمارا گدھا فرار گیا۔ میرے بابائی بڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ہمارے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ بڑے ڈاکٹر کو دکھائیں جس جراحی علاج کر لیا۔ اس سے بڑھ کی ہڈی میں سپر پڑ گئی۔  
”اب صرف تم ہی کھاتے ہو یا تہا اور کوئی بھی۔۔۔۔۔“  
”میں یہ اگر تہی بیچ لیتا ہوں، میری ماں بڑے صاحب کے گھر میں کام کرتی ہے۔ بس باہوجی یوں گڈا سا ہوتا ہے۔“

میں نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور اس چھوٹے سے رٹکے کی طرف دیکھنے لگا جس کی عمر شکل دس سال تھی۔ جسم ہریک چمٹی فیض اور سی پتلون، پاؤں نیگے، سر میں بڑا دھن سن، پھر سے پر ابھی سے گہری سوچ کی کیریں ابھری تھیں، آنکھوں میں آنسو والے دنوں کا خوف سما ہوا تھا۔

”باہوجی۔۔۔ مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ میں پانچ کلاسوں تک پڑھا ہوں، پھر میرا باپ بیمار ہو گیا تو مجھے پڑھانی چھوڑنا پڑی۔ اس نے اسکول کے کچن کو دیکھ کر لپٹا شروع کر دیا جب میں ان بچوں کو اسکول جاتے دیکھتا ہوں تو میرا بھی جی جانتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پڑھوں۔ بس شام کو زوری پانی قنایں پڑ لیتا ہوں۔ نئی قنایں خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ جب میرا باپ مزدوری کرتا تھا تو وہ مجھے سے قنایں بچتے توب پڑھاؤں گا لیکن۔۔۔۔۔ اس نے بڑے سرت ہرے پچھے میں کہا، اور پھر آگے کچھ بکتے بکتے رک گیا۔

”یہ لو اس سے نئی کتابیں خرید لیتا۔“ میں نے پانچ کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

”باہوجی آپ کس دفتر میں ملازمت کرتے ہیں؟“ آپ تو بہت اچھے ہیں۔۔۔

”میرا قفس بیسیو سلیٹا کے بارہ والی بلڈنگ میں قیسری منزل پر ہے۔ جب بھی نہیں کسی قسم کی ضرورت ہو بلا دو کہ ٹوک میرے آفس

میں آجایا کرو۔۔۔“

”اچھا اب چلتا ہوں۔۔۔“

”باہوجی آج میرے گھر چلے۔۔۔ میرا گھریاں میں بڑے نامے کے قریب ہے۔ بس چھوٹی سی بھگی ہے۔ وہاں آپ کسی سے بھی رجوع اگر تہی دالے کا پوچھ لیجئے۔ ویسے میں نام عبدالرحمن ہے لیکن مجھے گھر والے پیار سے ریمو کہتے ہیں۔۔۔

”ہاں۔۔۔ ہاں میں تمہارے گھر ضرور چلوں گا لیکن آج مجھے ذرا کام زیادہ ہے۔“ میں نے تہا ہوا ٹرام میں چڑھ گیا اور ریمو اگر تہی والا اپنی دکان ماری میں لگ گیا۔

دوسرے دن جب میں آفس پہنچا تو ریمو آفس کے بڑے ٹیٹ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر فرزداد دروازہ آگیا۔

”باہوجی سلام۔۔۔ باہوجی۔۔۔ باہوجی آپ کا یہ سنتری بڑا خراب ہے مجھے اوپر نہیں جانے دیتا، کہتا ہے بھیک نہ لے، مخمخ فقیروں کو اوپر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں تو اکثر تیاں بیچتا ہوں باہوجی اسے تادیب کیے میں بھکاری نہیں ہوں۔؟“

”سندر خان آئندہ اسے ست روکنا۔۔۔ یہ بہت اچھا بچہ ہے۔“ اور پھر میں نے اس کی نیرت پوچھی۔

”باہوجی رات سے میرے بابائی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ بستی شہر سے اتنی دوسرے کہ یہاں تک اسے لاتے لاتے اس کا دم آدھا ہوا ہے گا۔“

”کیوں وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں۔۔۔؟“

”ہاں باہوجی ہے تو کسی لیکن۔۔۔ غیر برل کی بستی میں چلنے ڈاکٹر ہیں وہ وہاں کیا دیتے ہیں بس پانی زیادہ پڑتا ہے

کیوں کہ ان کو پیسے کم ملتے ہیں۔“

”پھر کس کو دکھایا۔“

”کسی کو نہیں ساری رات اللہ اللہ کہ گندری۔ کہیں صبح کا نام آیا تو وہ سو گئے۔ میں نے سچا چلو اگر تہی چاہوں اور واپسی پر دوانی بھی لے آؤں گا۔“

”یہ لو۔۔۔ اس سے اپنے بابائی دوا خرید لیتا۔۔۔“





نے دس کاوٹ اس کو دیتے ہوئے کہا۔

آج تیلوں کا ٹھکانہ لیکن جموں کی غریبی تھی۔

”یوں ہی سکڑا ہوا وہ برسوں جو پچھلے تھا۔ پھر کیا اس کے بعد نہیں آیا۔“

”نہیں بالو جی میں نے اس دن کے بعد اس کو نہیں دیکھا۔“

شام کو آفتاب کے کام سے دست پانے کے بعد میں نے اس کے گھر جانے کا ارادہ کیا۔

بیاری پہنچ کر میں اس کے گھر کو تلاش کرنے لگا۔ بڑے نالے

کے قریب ہی اس نے اپنے گھر کا پتہ بتایا تھا۔ کچھ مکانات میں غریب

محنت کش مزدور رہتے ہیں۔ گیوں میں بچے کھڑے کھائے رہتے تھے۔

میں تنگ بازی ہو رہی تھی اور کچھ بچے کھڑے کھائے رہتے تھے۔

جو ابرت تلاش کر رہے تھے۔ صبح کے کھانے کے بعد لوگ کھانے کے

خانے ڈبے اسی میں لٹکائے واپس گھروں کو پلٹ رہے تھے۔ ان

کے چہروں پر ہراساں اور بے یقینی، پریشان مگر ایک تھکا ہوا ملک کے

محنت کش مزدور تھے۔ گھروں سے ایلوں کے دھڑکنے آئے رہے

تھے۔ یہاں لوگ سوتی گیس، برشیں کی نسبت اپنے زیادہ استعمال

کرتے ہیں۔

”جموں کو جانتے ہو؟“ میں نے ایک بچے سے پوچھا۔

”جموں۔“ اپنے بدن کو کھاتے ہوئے وہ نام کو ہر آنے

لگا۔

”ہاں۔“ ہاں۔ دی جموں جو اگر تیاں جیتا ہے۔“

”اوسے شرف۔“ تو جموں کو جانتا ہے۔“

”تھوڑی دیر میں بہت سارے بچے جمع ہو گئے۔

”جالتے۔“ تو جانتا ہے۔“ جموں کو۔“ اڈیو۔ تو

جانتا ہے۔“ بچے اس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

”وہ اگر تیاں جیتے شہر جاتا ہے۔“

”ارے ننھے پھر تو جموں ہی ہے جس کا باپ کل فوت ہو گیا۔

اوصاف جی۔“ اڈیو۔“

”تنگ ڈنار ایک گندی گیوں میں سے اس نے مجھے جموں کے

گھر بچا دیا۔ شام کا دھند لگا جموں میں پڑا تھا۔ گھروں میں سونے

کی روشنی کی جگہ لائٹن سے رہی تھی۔ جموں کے گھر میں ہی لائٹن

ٹنڈا رہی ہوگی۔ باہر تاریکی کا جال بچا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹا

اندروں سے کوئی آواز نہیں آئی میں نے پھر دروازہ کھٹکھٹا۔ اس مرتبہ

ایک بوڑھی عورت باہر نکلی۔

”جموں میں رہتا ہے۔“

”ہاں۔“

”ذرا اس سے باہر بھیج دیجئے۔“

”آپ بالو جی۔“ شہر سے آئے ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”وہ اپنے باپ کی قبر پر گیا ہے اس آٹا ہی ہوگا۔ آئیے آپ بیٹھے

وہ دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ایک کمرے کی چھتری میں

ایک تنگ بچا ہوا تھا۔ اس کی تین بیٹیاں زمین پر سو رہی تھیں۔

ایک کونے میں لائٹن ٹنڈا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد جموں کے گھر میں

ہاتھ میں لٹکائے اندر داخل ہوا

”بالو جی آپ۔“ ہمارے گھر۔“ اس نے حیرت پوچھا۔

”تین دن سے تم میرے کس نہیں آئے۔ مجھے فکر ہوئی اور

جب یہاں پہنچا تو دیکھا کہ تم میرے گھر پر آئے۔“

جب یہاں پہنچا تو دیکھا کہ تم میرے گھر پر آئے۔“

اس کی آنکھوں سے ننھے ننھے آنسو بہنے لگے۔ میں شفقت

سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی پیشانی گرم ہو رہی تھی۔ ”اوہ

جموں میں تو بھلا ہے۔“

”نہیں بالو جی۔“ مجھے بھلا نہیں ہے۔ میں تو

ابھی ابھی باپ کے پاس سے آیا ہوں۔ میں نے اگر تیاں کا پورا

ڈبہ اپنے باپ کی قبر پر چلا دیا۔ میرے باپ کو خوشبو بہت اچھی لگتی تھی۔“

”جموں، بھلا کاتی تیرے۔“ میں نے اس کا ہاتھ دیکھنے

پر نہ کہا۔“ چلو میرے ساتھ ڈاکٹر کو دکھا دوں۔“

”نہیں بالو جی مجھے بھلا نہیں ہے۔“ دیسے ہی گرمی

سے جسم تپ گیا ہے میرے سلسلہ اصرار و داس کے انکار کے بعد

میں نے دس کاوٹ نکال کر اس کو دیا۔ اور تاکید کر دی کہ اس

سے اپنی دوا لے آنا۔“

دوسرے دن صبح جموں آؤں گے گیت پر کھڑا۔ میرا انتظار کر

رہا تھا۔

”کیوں نہ آؤ؟ دکھائی۔“ اب بھلا نہیں ہے۔“

”بائل ٹھیک ہے۔“

”میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ جناں ابھی تھا، لیکن کم پھریں

ابے آتش کی دپنری میں لگ گیا۔“ چوکا دھڑلے پرانی دوستی

تھی۔ لہذا اس سے دوا لے لائی۔

”آج کس طرف جموں کی لگائی ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”بالو جی آج بھری بازار کا منبر ہے۔“

”اچھا دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔“ ایک بچے نے

ہوگا۔“ میں نے یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور میرے ساتھ

کہہ کر بیٹھوں سے نیچے اتر گیا۔

روزانہ جموں سے پہلے میرے دفتر آنا۔ ایک دن جموں کے

آج کل میری دکان داری اچھی چل رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے لوگوں

نے اگر بیٹوں کا استعمال زیادہ کر دیا ہے۔ اب میں روزانہ دو تین روپے

کھالتا ہوں۔ اور جمعرات کے دن تو میری آمدنی چار سے پانچ تک

ہو جاتی ہے۔ جمعرات کو میں کلکتہ پر دکان چلتا ہوں۔ اور کبھی کبھی

قرنٹن کا پیکر بھی لگاتا ہوں۔ لوگ اپنے مرنے والوں کو زیادہ

یاد کرنے لگے ہیں۔

ایک دن اس نے پانچ کاوٹ نکال کر میری طرف بڑھائے

ہوئے کہا۔ ”یہ بالو جی باقی ۵ روپے گئے، وہ بھی چکا دوں گا۔“

”جموں۔“ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ”میں نے تم سے کوئی

تقاضا نہیں کیا ہے۔ ارے میں نے تو بھائی بندے میں تیار ہی ہوئی تھی

اس کو تم اپنے پاس رکھ لو۔“

”تین بالو جی میرے باپ کے تھے۔ دینا سے جانے سے پہلے

براہ کرم حساب کتاب کر دو۔“ روزہ چار لاکھ سزا دیا۔ لہذا میں

نے اپنے باپ کے دفتر کو بھی چکا دیا ہے، تاکہ وہاں آرام کی نیند

سلیں۔ اور میں اپنی زندگی۔“

”ارے بچے۔“ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”تیری

تو ہزاروں سال کی عمر ہے اسے اپنے پاس رکھ لے۔“

”نہیں بالو جی زندگی کا کچھ مجھ سے نہیں معلوم نہیں ابھی

ابھی ابھی ڈنٹ ہو جائے اور میں مر جاؤں۔“

”خدا نہ کرے۔“ ارے ایسا کیوں سوچتے ہو؟ ابھی تو

تیار ہی چھوٹی چھوٹی نہیں ہیں، ماں بوڑھی ہے۔ ابھی باتیں سوچا کرو۔“

”میں زندگی سے ناامید ہو گیا ہوں۔ سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔

میرا بابا ابھی سوچتا تھا کہ اپنے بیٹے کو بڑا آدمی بناؤں گا۔

لیکن وہ سوچتے سوچتے مر گیا۔“

اب جموں کے گھر کے ساتھ ساتھ گنگے، بال پن، بن دھیر

بھی بچے لگاؤ اور انٹرنیشنل ریلنگ اور بھری بازار میں پھیری لگایا

کرتا۔ لیکن اب بھی وہ بچے میں دو تین باضروں کا۔ اس کے

ساتھ ساتھ وہ اپنی تعلیم پر بھی غامی توجہ دیتا۔ جب بھی میرے پاس

آتا مجھے بتاتا تھا۔

”بالو جی میں نے ساتویں کا کورس بھی ختم کر لیا۔ اب میں انٹوں

کا کورس پڑھا ہوں۔ اپنی بہن کو بھی پڑھانا ہوں۔ میری بہنوں

کو اسکول جانے کا بہت شوق ہے۔“

آج صبح جب میں آؤں جانے کے لئے گھر سے نکلا تو خانا

نوروز سے چلا رہا تھا۔ ”بندر روڈ پر رام اور بس کا خوفناک حادثہ

پندرہ آدمی موقع پر ہلاک، ساتھ آدمی شدید زخمی۔“ میں نے اخبار

لیا۔ صفحہ اول پر بڑی سرحشی کے نیچے ہلاک ہونے والوں کی تفصیلات

میں جموں کی تفصیلات ایک کونے میں موجود تھیں۔ تفصیلات دیکھ کر میں

رک گیا۔ شاید میری نظریں دھوکا کھادی تھیں۔ میں نے تفصیلات کو سحر

سے دیکھا۔ واقعی یہ جموں تھا، اسی کجسے کمال، تھیں بھی وہی لیکن

شام ہی تو میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے یقین نہیں آتا

تھا۔ میں نے اس کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔

گھر کے باہر بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔

”بابا کیا بچہ ہے؟“ میں نے وہاں پر بیٹھے ہوئے ایک

باتی صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیے

بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے ہم بھارتی توسیع پسندوں کے غلام بن جائیں گے منجھڑے آگے

اس کی مثال اس سے دی جا سکتی ہے کہ یہ جماعت پاکستان کی مخالف جماعت ہے۔ لیکن دُور بینی اور ابلہانک ہی نظریہ پاکستان کی چمپئن بن کر ابھری۔ سرمایہ داروں کے اہدات نے اس کا جو نقشہ عوام کے سامنے پیش کیا، وہ یہ تھا کہ ملک کی سب سے بڑی جماعت ہی یہی ہے اور محافظ پاکستان ہے۔ حالانکہ یہ غلط تھا اور سچ بھی ہے۔ جماعت اسلامی یہ جانتی ہے کہ عوام کی اکثریت بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالف ہے۔ وہ ایک پاکستان کی حامی ہے جماعت کو ہار جیت کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے لہذا وہ عوام کی ہمدردیاں جیتنے کے لیے بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی مخالفت کرنے کا ہوس نہیں بھر رہی ہے جبکہ جماعت اسلامی کی فائلیں گواہ ہیں، اخبارات کے رپورٹرز موجود ہیں کہ جماعت اسلامی نے پچھلی فوجی ٹوٹے کے ساتھ اشتراک سے پہلے یہ کہا تھا کہ اقتدار شیخ مجیب الرحمن کو دے دیا جائے۔ پروفیسر غلام اعظم نے کہا کہ بنگلہ دیش کو الگ وحدت کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔

پاکستان پیپلز پارٹی بواکریستی جماعت ہے  
اس کا مؤقف ہر جہد کہ چند فیروں کے بیانات پر قائم  
کیا گیا ہے کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا جائے، تعجب خیز  
اور اس جماعت کے مشہور کے منافی ہے۔ صدر بھٹو کی  
کتاب "عظیم المیہ" صدر بھٹو کے بیانات اور پاکستان  
پیپلز پارٹی کی عوام میں مقبولیت کی وجہ جماعت  
دشمنی اور ایک پاکستان ہے۔ اگر اس کے سوشلسٹ  
غروں کو دیکھا جائے تو مسٹر فرید حسن میر اور مولانا کوثر  
نیازی کے بیانات نہ صرف عوام دشمنی کی عکاسی  
کرتے ہیں بلکہ پاکستان پیپلز پارٹی کی بیٹھ میں چھرا گھونپنے  
کے مترادف ہیں۔

جب تک صدر قتل کے ساتھ اس مسئلہ پر پاکستان کے قومی، بین الاقوامی موقف، ہندوستان کی جارحیت کی ۱۵ سالہ کاروائیاں، روسی اور امریکی سامراج کی بغیر سے متعلق جدید پالیسیوں، کشمیری عوام کے حق و احتیاق مشرقی پاکستان کے عوام کی امنگوں کو پیش نظر رکھ کر غور نہیں کیا جائے گا، پاکستان پیپلز پارٹی الجھ کر رہ جائے گی۔ اور یہ عوام اس کی مقبوضت پر رشہ بھرتا رہیں گے۔

قزو اسمبلی اس مسئلے پر بحث کرنے کی مجاز ہے۔  
لیکن کسی فیصلہ دینے کا حق نہیں رکھتی۔ اسمبلی کو کیسی

ایسے مسودے پر دستخط کرنے کا حق نہیں جس سے اپنے  
ہی ملک کے ایک حصے کو آزاد قرار دے دیا جائے۔  
اس بات کا اختیار کہ پاکستان کے جغرافیائی حدودوں میں  
کیا نئی تبدیلی کی جائے، کسی بھی مفقود اسمبلی کو حاصل نہیں  
ہوتا۔ یہ حق صرف اور صرف عوام کو حاصل ہے۔ اسمبلی  
ریفرنڈم کرائے اور یہ ریفرنڈم اسمبلی کی بحث کے بعد  
تین ماہ کے اندر اندر مکمل ہو جائے۔

ابھی یہ اندیشہ ہے کہ مجھ دشمن کو تسلیم کرنے کی صورت میں پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت اور کارکنوں کی صفوں میں بنیادی اور اصولی اختلافات شدت اختیار کر جائیں گے۔ یہ بھی امکان ہے کہ پارٹی کے کارکنوں کو ایماندارانہ اظہار رائے کی آزادی نہ دی گئی اور خلاص جاگیردارانہ انداز میں کارکنوں کے خلاف کارروائیاں کی گئیں یا ان پر بعض یہ جذباتی الزم لگا کر کہ ان کا موقف اس قومی مسئلے پر بعض رجعت پرست جماعتوں سے ملتا جلتا ہے تو تحریک پارٹی اور موصوم کو اعتماد میں لینا مشکل ہو جائے گا۔

ہر دیکھ رہا ہے کہ ایسے بہت سے کارکن جو سچائی

## سفارت خانہ قائم کرنے

سے مشرقی پاکستان کے

## عوام کی ہمدردیاں

حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور ایک نئی کے ساتھ ٹھکانہ پیش کو تسلیم کے جانے یا اور طور پر تسلیم  
کے جانے کے مخالف میں۔ اُن کے خلاف میل پاری کا بھی حضور ص  
مصر بھی سے الزام تراشیال کر رہا ہے۔ وائس بازو کے ہاتھ پسند  
اور بامیں بازو کے ہاتھ پسند کے اصطلاح دانہ طور استعمال کر کے  
انہیں وجہت پرست ٹھہرایا ہوا ہے کسی قوی سلسلے پر پاری کے  
کا کڑوں کی ایسا مدارانہ رائے کا کٹا کٹھن طے کا یہ ایک طریقہ ہے کہ  
اور یہ بھی سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب صدر ذوالفقار علی بھٹو،  
۱۹۷۷ء میں معاہدہ تاشقند کی مخالفت کر رہے تھے تو اس وقت

تمام رجعت پرست سیاسی جماعتیں بشمول جماعت اسلامی معاہدہ  
 ناسقندی کی مخالفت میں مصروف تھیں۔ کیلاس کا مقہوم بریاد جانے  
 کو معاہدہ ناسقندی کی مخالفت کرنے ہوئے جماعت اسلامی کے بقول  
 میں کیسل ہے بے غی یاں حبیب اکرواداد کر رہتے۔ یقیناً نہیں۔  
 برگر نہیں۔ تواضع پارٹی ٹائے سخیہ ادوایان دار کارکن جود لائل  
 کی یاں پر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کیا فوری طور پر تسلیم کرنے کے مخالفت  
 ہیں۔ ان پر بیان نام لگانا کوہ دایں بازو کی جماعتوں کا سحر دار  
 ادا کر رہے ہیں۔ موشمٹ سیاست اور حقیقت پسندی کے منافی ہے  
 بنگلہ دیش کو فوری طور پر تسلیم کئے جانے کی مخالفت کرتے  
 ہوئے محب الوطن اور سچے پاکستانیوں کا موقف یہ ہوگا۔

۱۱) رجسٹرڈ جماعتیں بنگلہ دیش تسلیم کئے جانے کی ذمہ داری  
اس قابل ہوگی کہ وہ پاکستان میں لپڑائی کی تحریکوں کو کھولنے  
کو دیں۔ اور یہ افوسناک گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حکومتی  
اقدامات تبدیل آجائے۔

(۲) کیا پاکستان ہیلز پارٹی اور اس کے سربراہ جوچر نکات کے مسئلے پر مشرقی اور مغربی پاکستان کی مقتب شدہ اسمبلی میں بیٹھنے کے لئے تیار تھے اور اسمبلی میں شریک ہونے کی کیا کچھ نکات پر اسمبلی سے اہر تقیے کے خواستگار تھے۔ ان کی رائے حق کی اسمبلی میں اس طرح شریک ہو کر وہ جمیہ کی اکثریتی پارٹی کی اس سازش کا شکار ہو جائیں گے جو مشرقی اور مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے الگ کر دے گی۔ اس لئے اب جب کہ ملک ٹوٹ چکا ہے، مشرقی پاکستان پر ہندوستان کا سیاسی، اقتصادی اور فوجی اقتدار قائم ہو چکا ہے، ہزاروں بنگالی اور غیر بنگالی عوام کا قتل عام کیا جا چکا ہے۔ ہماری ۱۱ ہزار فوج ہندوستان کے قبضے میں ہے۔

اور پس ہرگز نہ شکست ہوئی ہے۔ اب اپنے توقف میں مکران  
 پارٹی اور اُس کے قائد کے رویے میں اچانک اس قدر بڑی تبدیلی  
 کا پیدا ہونا مغربی پاکستان کے عوام کے دلوں میں شک و شبہات  
 پیدا کر دے گا کہ جس مسئلے پر وہ مشرقی اور مغربی پاکستان کی مشترکہ  
 اسمبلی میں بحث کرنے کو تیار تھے، اب اُس مسئلے کے لازمی نتائج  
 بھی جھگڑائش کے قیام اور اُسے ایک الگ ریاست تسلیم  
 جانے کے معاملے کو آدھے پاکستان کی کبھی میں بے جانے کے  
 لئے تیار ہو گئے۔

(۳) مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوجی قبضہ کی غیر منسلک شکست کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کا وہ اعلان اور بیان عوام کو یاد ہے ”جیس فوجی شکست ہوئی ہے لیکن جہں ہندوستان کے سامنے



# بنگلہ دیش، ہندوستان اور روسی سازش کے نتیجے میں وجود میں آیا

حکمت عملی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کے عوام شمالی دین نام سے سفارتی تعلقات نہ ہونے کے باوجود اور امریکہ سے سفارتی تعلقات ہونے کے باوجود امریکی سامراج کی مخالفت پرکرتے ہیں اور دین نام کے مظلوم عوام کی حمایت کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم بنگال کے عوام کی اگر موجودہ حکومت تانیا دارجا مت کرنا چاہتی ہے تو اسے سفارتی تعلقات منقطع کر دوڑستوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے مغربی پاکستان میں صحیح سیاسی اور معاشی حکمت عملی قائم کرنا چاہیے تاکہ ہم ایک ایسا معاشرہ قائم کر سکیں کہ وہ مشرقی پاکستان کے عوام کے لئے شعل راہ بن سکے اور ہم دوبارہ مسلم بنگال کے مظلوم عوام میں اپنی کھنٹی ہوئی ساکھ کو قائم کر کے محنت کشوں کی بین الاقوامیت کے دشمنوں کو استوار کر سکیں۔

(۷۱) بنگلہ دیش کو فوری طور پر تسلیم کرنے سے دو طرح کے بین الاقوامی اور قومی ہمہ گیر اثرات مرتب ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ ہمیں ہندوستان کی توسیع پسند سیاست کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑیں گے اور دوسری سوشل سامراج کی اس خطرناک میں اس بین الاقوامی پالیسی کو جو براہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کے تحت وہ ”ریاست ہائے متحدہ ہندوستان“ کا لغزہ بند کر کے پاکستان اور ہندوستان کے گرد بسنے والے تمام چھوٹے ممالک کو ہندوستان کی جھوٹی میں ڈال کر اسے عظیم شوشلٹ چین کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا یہ کہ سیاسی اور اقتصادی انقلاب لاسے بغیر اور مغربی پاکستان کے عوام کو اقتصادی خوش حالی سے بھکار کئے بغیر، نیز مغربی پاکستان میں رہنے والی تمام قومیتوں کو ان کے جائز اور مساوی حقوق دینے بغیر اور موہانی خود مختاری کے مسئلے کو حل کئے بغیر، ہم نے جلد بازی میں بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مغربی پاکستان کے مختلف صوبوں میں وہ علاقائی صوبائی اور قومی تحریکیں جو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی قیادت میں چل رہی ہیں مضبوط ہو جائیں گی اور یہ خطرہ لاحق ہوگا کہ یہ رجعت پرست گروہ اور جاگیردار صوبائی خود مختاری اور قومیتوں کی اتناوی کے منفی تصور کی آڑ میں بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی دلیل پر یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہو جائیں گی کہ اگر مسلم بنگال کے عوام کو صوبائی خود مختاری کے نام پر ملنے والی ملک تسلیم کیا جاسکتا ہے تو پھر ہم نے کیا قصور کیا ہے جس میں مسلم سندھ، مسلم پنجاب، مسلم سرحد اور مسلم بلوچستان کے نام پر ملنے والی حق دیا جائے ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت کے پاس بنگلہ دیش کو فوری طور پر تسلیم کرنے کے بعد ایسی کوئی سیاسی دلیل نہ ہوگی کہ وہ مندرجہ دیش، بھوٹان اور عظیم تر بلوچستان کو تسلیم کرنے پر مجبور نہ ہو جائے اور اسے پاکستان کو خدا کا

روسی سازش کے نتیجے میں عالم وجود میں آیا اور ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہیے تو پھر اسرائیل کے سلسلے میں ہمارا موقف کیا ہوگا۔ ہ فارموسا (تاتروان) کے سلسلے میں ہمارا موقف کیا ہوگا؟ کم از کم اسرائیل بنگلہ دیش کے مقابلے میں زیادہ پائیدار سامراجی حقیقت ہے اگر ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ہمیں خطرہ ہے کہ سامراجی دباؤں آکر کل اسرائیل کو بھی تسلیم کر لیں گے۔

انالہ وانا الیہ راجعون۔

(۶) یہ دلیل کہ ہم مسلم بنگال کے عوام کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں ہم تو مسلم بنگال کے عوام سے دوستی چاہتے ہیں، بڑی خواہش اور پاکستان کو جسے خسرے کرنے کی بڑی نگرانی کے مترادف ہے کہ دنیا کا کوئی فرد یا انقلابی جماعت مسلم بنگال کے عوام کے خلاف نہیں

## مسلم بنگال کو علیحدگی کا حق دیکر مسلم پنجاب، مسلم سرحد اور مسلم بلوچستان کی علیحدگی کی راہ ہموار ہو جائے گی

ہو سکتی لیکن یہ سمجھنا کہ محض سفارتی خاکہ قائم کر دینے سے مشرقی پاکستان کے عوام کی جبر دیاں حاصل ہو جائیں گی یا ان سے دوستی کا حق نبھایا جاسکے گا غلط اور بے بنیاد ہے۔ سفارتی خاکہ قائم کرنے سے اگر کسی ملک یا خطے کے عوام سے دوستی، بھائی چارہ کے شے استعارہ ہو سکتے ہیں تو پھر ہم اسے سفارتی خاکہ تو دینا کہ بہت سے ممالک اور خطوں میں قائم ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہمارا سفارتی خاکہ مسلم لائٹا میں بھی موجود تھا اور کیا یہی وہ دوستی تھی جس کے نتیجے میں مسلم لائٹا نے پاکستان کی مخالفت کی حتیٰ کہ سفارتی عاقلوں سے عوام سے دوستی نہیں ہوئی یہ صحیح عوامی انقلابی حکمت عملیاں ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں دنیا کے مظلوم عوام کے درمیان بین الاقوامی سطح پر بائیماری شے قائم ہوتے ہیں۔ آج شمالی دین نام میں ہمارا کوئی سفارتی خاکہ نہیں اور نہ ہی شمالی دین نام پاکستان میں کوئی سفارتی خاکہ ہے لیکن یہ شمالی دین نام کی صحیح سیاسی اور انقلابی

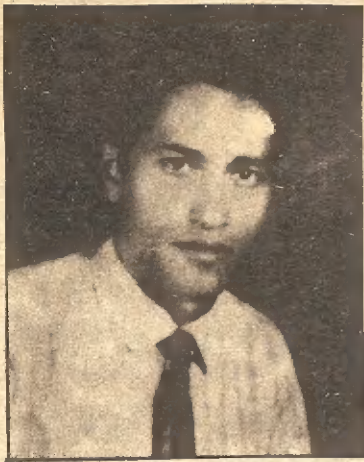
سیاسی شکست نہیں ہوتی۔ تو میں اپنی فوجی شکست کو صحیح سیاسی سوچ اور فکر سے رخ میں تبدیل کر دیتی ہیں یا کیا بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے لازمی معافی نہیں ہوں گے کہ اب ذوالفقار علی بھٹو فوجی شکست کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے سامنے پاکستان کی سیاسی شکست تسلیم کرنے پر بھی رضامند ہو گئے ہیں۔ کیونکہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے معافی بھی ہوں گے کہ عجیب کی چھ نکاتی جدوجہد جس میں مشرقی پاکستان میں عوامی ایک، اس کے خوف سے بھکار سیاسی جماعتیں اور ان کی قیادت میں چلنے والے عوام کا موقف قطعی درست تھا اور پاکستان پر ہندوستان کی فوجی جارحیت اور سیاسی مداخلت نہ تھی بلکہ اخلاقی، انسانی اور بین الاقوامی ذمہ داری تھی۔ کیا اس طریقے سے ہم ہندوستان کی جارحیت کے سامنے سیاسی میدان میں ٹھکنے نہ دیک دیں گے اور فوجی شکست کو سیاسی جدوجہد سے تبدیل کرنے کے عظیم انقلابی شوشلٹ موقف کو نظر انداز نہ کر دیں گے۔

(۴) صدر ذوالفقار علی بھٹو مشرقی پاکستان میں ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کی فوجی کارروائی کے بعد جب پہلی بار ڈاکہ سے کراچی پہنچے تو ان کے الفاظ تھے ”خدا نے پاکستان کو بچالیا“ کیا اب جب کہ پاکستان ٹوٹ گیا اس کے معافی یہ نہ ہوں گے کہ پہلے وہ مشرقی پاکستان میں کی جانے والی فوجی کارروائی کے حامی تھے اور بعد میں اس سے عطف ہو گئے ہیں۔

(۵) مشرقی پاکستان کے سلسلے میں عمران پارٹی کے وزیروں کی رد دلیل کہ ”بنگلہ دیش تو ایک حقیقت ہے اور ہم حقیقت کو تسلیم کرنے سے کیسے گریز کر سکتے ہیں“ کیا فوجی نہیں ہے جو جماعت چھ نکات کو تسلیم نہ کرنے پر آمادہ ہوئی تھی اب وہ جماعت ۹۰ درجے کی فلابازی گاؤں مشرقی پاکستان کو الگ ملک تسلیم کرنے پر تیار ہو گئی ہے۔ یہ دلیل کہ بنگلہ دیش ایک حقیقت ہے نہ تو عوام کی سمجھ میں آتی ہے اور کسی بھروسے شوشلٹ کی دلیل بن سکتی ہے کیونکہ شوشلٹ یہ جانتے ہیں کہ سامراجی طاقتوں کی بین الاقوامی سازشوں، توسیع پسند ممالک کی بوس ملک گیری اور سرمایہ دار ممالک کی چھوٹے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے نتیجے میں بہت سی گھنائونی، ناپاک، بھوام و سن خفیتیں انسانی تاریخ کے پرے پر نمودار ہوتی ہیں۔ لیکن اچھے شوشلٹ ”پچھرا ایمان“ کے شوشلٹ ”اور حقیقی انقلابی ان حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنے شوشلٹ اھلبالین انقلابی جدوجہد اور بین الاقوامی عوامی انقلابی جدوجہد کی بنیاد پر ان حقیقتوں سے انکار کرتے ہیں اور ان کے خلاف ہمیشہ برسرِ پکا رہتے ہیں۔ کہ بنگلہ دیش ایک حقیقت کے طور پر ہندوستان اور







تنظیم ختم ہو چکی ہے

ولی اللہ صدیقی  
رکن میلز پارٹی - اورنگی ٹاؤن کراچی

(۱) ————— پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد ختمِ دلوں کی بھرمار ہو گئی ہے اور جو اقتدار پر موجود وزراء کے عزیز و اقارب ہیں ان کے ارد گرد گھومتے نظر آنے ہیں۔ عوام سے سپین پٹل نے جو وعدے کیے ہیں وہ پورے ہونے کی امید نہیں کیونکہ آج بھی وہی کچھ ہو رہا ہے جو گزشتہ دور میں عمران کو لڑکر رہا ہے۔

دعا۔ ایک پادری نے کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا جس سے یہ امید ہو جائے کہ مستقبل میں پادری اپنے دعوے پورے کر سکے گی۔ لیبر ایسی نے ضرور طبقہ کو اور بھی پالوس کر دیا ہے۔

(۲۳) — پارتی کی اصل قیامت، سرمایہ دار جاگیردار اور زمیندار طبقہ کے پاس خفیہ لوگ پارتی کے اقتدار میں آنے کے انتظار میں تھے۔ اور انہی کو حکومت میں فساد کی جگہ اس کے بعد حقوق راہستہ جہز الہ عوام سے قضاہ بھی سنبھالو گئے۔

(۴) — سرکاری عہدوں پر جانے کے بعد  
— ہمنٹوں کا رویہ بدل گیا ہے۔

(۵) — ہمارے علاقے میں تنظیم پارہ پارہ ہو  
 رہی ہے۔ کارکن اپنی مرضی سے جو چاہیں کرتے ہیں کھلی کھلی

(۶) ————— پارٹی کے بعض بااثر قائدین نے اسی سے ناجائز کمائی شروع کر دی تھی جس دن سے پارٹی حکومت موسیٰ بن گئی ہے۔ اس کی مثال نصرت بھٹو کالونی، سیلبر کالونی اور بھٹو پارک کے نام سے ناجائز قبضہ کر کے رسابقہ ”یچی کالونی“ کو نظر انداز کر کے بھٹو کالونی اور بھٹو چوک کے نام سے ہزاروں گز زمین، سینما کے پلاٹس، وغیرہ خود ہی فروخت کرنا شروع کر دیئے۔ اور ”کے بی“ سے ”خاموش تماشائی“ بنی بی بی ہے۔

(۷) — حکومت پارٹی سے بنتی ہے، حکومت  
پارٹی نہیں بنتی! حکومت میر پارٹی کا کنٹرول ہونا چاہیے۔

کہنا پڑے ہم سمجھتے ہیں کہ فوری طور پر ننگر دلش کو تسلیم کرنے سے پہلے ہیں اپنے چاروں صوبوں کے عوام کو سوشلسٹ بنادوں پر پاکستان کی سرحدوں کے اندر حقیقی صوبائی، سیاسی اور معاشی خرد مختاری دے دینا چاہیے تاکہ صوبائی خود مختاری کے نام پر علیحدگی کی تحریکیں جڑ نہ پکڑ سکیں اور پاکستان تباہ و برباد نہ رہے۔ لیکن صوبائی خود مختاری کا لغو ہمارے نزدیک وہ نہیں جو حرجی ایم سید دلی خان، باگٹی کا ہر کتاب پر، بلکہ حقیقی سوشلسٹ خود مختاری کے معنی ہیں کہ پاکستان کے مختلف صوبوں کے درمیان علاقائی معاشی لوگٹ کھسٹ کا خاتمہ کیا جائے یعنی ملک میں یک محنت ہر قسم کے سامراجی سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ استحصال کا خاتمہ کیا جائے تاکہ صوبائی خرد مختاری سرحدیں حبیب اللہ اندیکو کی بجائے وہاں کے مزدوروں اور کسانوں کو حاصل ہو۔ سندھ میں جی ایم سید ڈیروں اور سرمایہ داروں کی بجائے صوبائی خود مختاری کی تحریک سندھ کے ہاروں اور محنت کشوں کے ہاتھ میں ہوا اور اسی طرح بلوچستان میں اس کا فائدہ سرداروں اور لٹروں کو حاصل ہونے کے بجائے غریب پس ماندہ اور مظلوم بلوچ عوام کو حاصل ہو کر نہ کر جی۔ ایم سید دلی خان اور باگٹی کی سرمایہ دارانہ صوبائی خود مختاری سے ممکن ہے کہ علاقائی استحصال ختم ہو جائے اور داخلی استحصال زور پکڑ جائے جس سے پاکستان میں فزائل اور سرداروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی آزاد اور خود مختاریا تئیں قوت پم سکے ہیں لیکن قومی اور صوبائی خود مختاری کے سوشلسٹ تصور کے تحت ایک کثیر القومی مسلم پاکستان قائم نہیں ہو سکتا جس میں ایک صوبے اور ایک قومیت کے مظلوم عوام دوسرے صوبے اور دوسری قومیت کے مظلوم عوام کے تنازعہ بشا ز ایک سوشلسٹ معیاری پاکستان قائم کر سکیں اور محنت کشوں کی بین الاقوامیت کی بنیاد پر دنیا کے تمام مظلوم عوام اور خصوصاً ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی تباہ اور محنت کشوں، نالاکر ایک بین الاقوامی سوشلسٹ معاشرہ قائم ہو سکے یہ کام ننگر دلش کے قیام سے پہلے ہی کر لیا جاتا تو شاید پاکستان نہ ٹوٹتا۔ ابھی وقت ہے کہ ہم ننگر دلش کو تسلیم کرنے سے پہلے یہ کام انجام دیں ورنہ ننگر دلش کی طرح مغربی پاکستان تارخ میں ایک اور عظیم المیہ کو ترتیب دیگا۔ اس کا مذہم دار کون ہوگا اس کا تاریخ فیصلہ کرے گی۔

راولپنڈی اور شاور میں

الفصح  
کراچی

افضل نيوز ایجنسی  
حاصل کریں

(۸) ————— عبدالغنی بیگزراؤ صاحب نے  
اعلان کر دیا ہے کہ کوئی کارکن کسی متعلقہ انتظامی حکام سے  
اپنے علاقے کے کسی مسئلہ کے سلسلے میں نہ ملے۔ اور نہ ہی کوئی  
رابطہ قائم کرے۔۔۔۔۔ تو کارکن کی کیا جہاں کہ وہ  
السیا کرے۔

بقیہ : چار و مجہدار

انقلابیوں کی زمیں ہیں۔  
 مکمل بائیں تہذیب کا مقصد لگان کی معافی، فصل  
 کی بٹائی اور زمین حاصل کرنا نہیں بلکہ ہندو کی نالی سے  
 استحقاقی طبقوں کی حکومت کا تختہ الٹ کر سیاسی اقتدار  
 حاصل کرنا اور ہولناکی آمیزت قائم کرنا ہے۔  
 کامرہ جادو محمد ار سچے کمیونسٹ تھے اس لیے سوشل  
 سماراج سے نفرت کرتے تھے۔ اس کے برعکس دشمن تھے۔  
 اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :-

”اب چین کے عظیم ثقافتی انقلاب نے ہمیں یہ سبق سکھایا ہے کہ سامراج، سوشل سامراج کے روپ میں اندیم کے ذریعے ہر ملک میں انقلاب قسطنطنیہ برقرار نہ ہونے بلکہ ترقیم پسندی کی مخالفت کیے بغیر کوئی انقلاب نہیں لایا جاسکتا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ چین جس کی قیادت چیرمین اوڈو کر رہے ہیں، اس کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ دنیا بھر کے انقلابیوں کے ساتھ اسی طرح اتحاد کیا جاسکتا ہے۔“



جب وہ سوشل سمارچ سمیت یونین کے زلف کی اسیر بنی تو اس نے اپنی تمام تر طاقت مکمل باڑی تحریک کو کچلنے پر صرف کر دی۔ مکمل باڑی انقلابیوں کے خون سے ہولی کھیل گئی۔ وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں لیکن یہ تحریک فروغ پاتی رہی مظلوم عوام کے دلوں میں آزادی اور انقلاب کی جھٹ جھٹاتی رہی۔ کیونکہ جب صدیقیوں سے کچلے ہوئے عوام بندوبست اٹھا لیتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں جھکا نہیں سکتی۔ مظلوم عوام آخری اور مکمل فتح تک اپنی جنگ جاری رکھتے ہیں۔ اگر بھارتی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ کامریڈ چارو عہد ار کے انقلاب کے بعد مکمل باڑی تحریک ختم ہو جائے گی تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ بھارتی حکمرانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ کامریڈ چارو جیسے لوگ مرکز میں مظلوم عوام میں جذبہ انقلاب پیدا کرتے ہیں کیونکہ انکار کبھی جین مرتے وہ اتفاقی ہوتے ہیں، کوئی کامریڈ چارو مرنے نہیں ہے۔ اور بولنے اس کا یاد اور انکار کو مٹا نہیں سکتے۔

### بقیہ: ظاہری خبریں اندرونی کہانیاں

ایک کڑی پس جس کے تحت اوروں کے تحفظ کے نام پر قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ اس سازش کی بعض اہم تفصیلات "فتح" کے پچھلے شمارے میں پیش کی جا چکی ہیں لیکن جو تازہ ترین اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق یہ منصوبہ صرف چند حلاقوں میں فتنہ و فساد پراکرنے کے لئے وضع کیا گیا تھا اور سندھ کے دوسرے شہروں میں نظام زندگی کو مکمل طور پر مفلوج بنانے کے لئے تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ نیپے ایک ذمہ دار عہدیدار نے ملیر طور پر اپنا ایک کھینچا رہو سے لیر زمین کے ایک عہدے دار کے پاس بھیجا تھا جس سے اس نے بڑا دل کرانے کے لئے ۲۰ ہزار روپے پیش کی گئی۔ جسے اس نے منسوخ کر دیا اور اسیٹ کو ڈانٹ کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ اسی طرح جماعت اسلامی کے ایک مقامی لیڈر کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے پی آئی اے میں بڑا دل کرانے کے لئے زمین کے بعض ذمہ دار عہدے داروں کو خاصی معقول رقم پیش کی اور ان کے انکار پر انتقام لینے کے لئے یونین کے ایک بڑے عہدے دار کے مکان کو نذر آتش کر دیا گیا۔

اسی ہی اطلاعات کراچی ایئر کنگسٹون کراچی ڈیولپمنٹ اتھارٹی کراچی شہید یارڈ اور پورٹ ٹرسٹ کے قریبی محلوں سے ملی ہیں۔ ان اداروں میں بڑا دل کرانے کے لئے سوئی ہوئی قزاقی شوش پیش کی گئی مگر یہ عقیدہ تھا کہ شہر میں بڑا دل اور ہنگاموں کے ساتھ ساتھ جیسے کہ نظام درجہ برجم ہو جائے اور اس طرح عام عبادت کے حالات یہاں برجائیں۔ ملک کے اندر اور بیرونی دنیا میں چیلر پائی

کی حکومت بدنام اور ناکارہ ہو جائے اور یا تو وہ خود ہی اقتدار سے دست بردار ہونے پر مجبور ہو جائے یا فوراً جہان بھگوت بھال لے۔ یہ ایک جبری اور منظم سازش تھی۔

حالانکہ ملکوں میں جماعت اسلامی اور نیپ نے جو کار کیا اس کی نوعیت یہ ہے کہ زبان کے مسئلہ پر دونوں کو جس کا سیانی کی توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ بلکہ اردو بولنے والے ان سے خاصے برگشتہ ہو گئے۔ انہوں نے لسانی سمجھوتے کے ساتھ ساتھ لسانی مسئلہ کو بھی سیاسی ڈھونگ قرار دیا۔ اس بڑے ہونے سیدیل سے برسر ہو کر جماعت اسلامی اور نیپ نے اردو بولنے والے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے کسی دوسرے مسئلہ کو تلاش کیا۔ اتفاق سے سن پر پابندی کا مسئلہ عقد ان محاوروں نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں جماعت اسلامی اور نیپ عثمانی گروپ کی خفیہ میٹنگیں ہر رات ہوتی تھیں۔ دوسری طرف جماعت کے دفتروں میں بھی اس کی ذیلی تقسیموں کے مشترکہ جلسے کئے جاتے جہاں ہنگامہ آرائی کے منصوبے کی ایک ایک تفصیل زیر بحث آتی۔

۲۳ جولائی کی رات زبردست تیاریوں کی رات تھی۔ ان تیاریوں کے تین اہم مرکز تھے۔ ناظم آباد بڑہ کے ایک دوسرے مکان میں تمام رات ایسے علماء اور نوجوانوں کا مجمع ہوا جن میں امین ایس ایف دکن علی گروپ اور اسلامی حمایت طلباء کے علاوہ چند دوسری معروف اور غیر معروف تنظیموں کے طلباء کے بھی شرکت کی۔ ایسی ہی دوسرا اجتماع لیاقت آباد بڑہ کے ایک مکان میں ہوا جس میں اجتماع گورنری ممبر ۲۴ کے ایک مکان کے عقب میں جماعت میں نیپ جماعت اسلامی اور دائیں بازو کی دوسری تنظیموں کے رہنماؤں نے شرکت کی۔ سنا ہے اس خفیہ اجتماع میں جماعت اسلامی کے اقبال حسین مولانا نور حسین جمعیت العلماء پاکستان کے مولانا حقانی اور نیپ عثمانی گروپ کے محمود الحق حقانی اور صلاح الدین شریک ہوئے۔ یہ تینوں اجتماع نظام علیہ علیہ ہونے مگر ان میں پورا اشتراک عمل تھا۔ سب کا ایک دوسرے کے پروگرام کا پوری طرح علم تھا۔

ان خفیہ جلسوں میں جن نوجوانوں نے سب سے اہم کردار ادا کیا۔ وہ مشرقی پاکستان سے آئے وہ غیر منگالی تھے، جو الیڈار اور "آئین" کی سرگرمیوں میں علی طور حصہ لے چکے تھے۔ انہوں نے اشتراکی کے نوڈلریہ تھے۔ فاسفورس اور پٹرول کی آمیزش سے ایسا گرم مادہ تیار کرنے کا نسخہ بتایا جو آسانی سے ڈیڑھ میں رکھا جاسکتا ہے اور شعلے کے ساتھ ہی جھڑک کر تیزی سے پھیل جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اسنچ کی چیلر کو پٹرول میں ایک خاص مدت تک ڈوبنے کے بعد اس کا مہدہ بنایا جائے اور اسے کسی ڈبے میں بند کر کے آتش گیر مادے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ انہی کی ہدایت پر کراچی کے ہنگاموں میں مار بھلاؤ والا ڈبہ گانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس

کا مقصد یہ تھا کہ اس سڑکوں پر ٹریفک کی آمد و رفت میں خلل پڑنے کے علاوہ دھوئیں کے اٹھنے سے سیاہ بادلوں سے بھرت دہشت اور خوف پھیلے اور دھوئیں کے سیاہ پردے کی آڑ میں ٹوٹ مار کے علاوہ دوسری کارروائیاں آسانی کے ساتھ کی جاسکیں۔

کہا جاتا ہے کہ کورنگی میں خفیہ جلسہ دو بجے شب کو برسات ہو گیا مگر بقیہ دو اجتماعات کا سلسلہ تمام رات چلتا رہا۔ ان دنوں اجتماعات طلبوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان میں چرس نوشی بڑی فیاضی سے کی گئی۔ ان میں زیادہ تعداد ایسے طلباء کی تھی جو کراچی کے تعلیمی اداروں میں اپنی دادا گیری کے لئے غامض شہرت رکھتے ہیں۔ یہ جیلوں میں لپٹول رکھتے ہیں۔ مخبر چھپانے کے لئے پندلیوں پر چمپے کے پوتے چڑھے تھے جیسے تھے۔

غرضیکہ ۲۴ جولائی کو سورج نکلا تو شہر میں فتنہ و فساد برپا کرانے کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ مگر عوام پچھلے ہی ہنگاموں سے اس فتنہ و فساد کے پکے ہیں کہ انہوں نے تو پھر اور ہڑتال کرانے والوں سے مطلق تعاون دیا۔ اس طرح تمام قریبی کشتش کے باوجود ہنگامہ آرائی لیاقت آباد ناظم آباد اور گولیار سے آگے نہ بڑھ سکی۔ سازش کا منصوبہ آنا کامیاب نہ ہو سکا جتنی بڑی اس کے لئے تیاری کی گئی تھی۔

### بقیہ: افسانہ

بڑے سے پوچھا۔  
"ہاں بابو۔۔۔ ماں کا سہاگ اجڑا۔۔۔ تو چھری بھی خالی ہو گئی۔"

"رجیمو۔۔۔ میں اس سے ملوں گا۔۔۔ بتاؤ وہ کہاں ہے۔"

"ارے کیا مرگے۔۔۔ اس کی تو پی سی ایک ہو گئی۔ ہم نے تو اس کو رات ہی دفنایا۔۔۔ اب طلبا ہے۔۔۔ تو وہ سامنے والے قبرستان چلے جاؤ۔۔۔ ایک بڑے آدمی نے قبرستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

میں بوجھل قدموں سے قبرستان کی طرف جانے لگا۔ پیچھے سے ایک بچہ دوڑا دوڑا آیا۔ "بابو۔۔۔ بابو۔۔۔ وہ۔۔۔

رجیمو کی ماں ملادی ہے۔ آپ کو۔۔۔"

"رجیمو کی ماں۔۔۔"

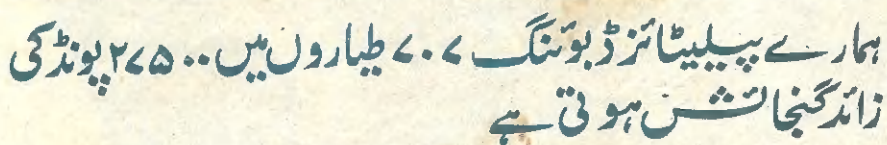
"ہاں۔۔۔ ماں۔۔۔ بابو۔۔۔ رجیمو تو مر گیا۔۔۔"

رجیمو کی بڑی ماں دروازے میں کھڑی تھی۔ آنکھیں آنسوؤں سے غالی تھیں۔

"بابو۔۔۔ تم رجیمو کی قبر پر جا رہے ہو۔۔۔ یہ لوگ قربان وہاں سگایا تا۔۔۔ اس نے اگر جی کے دوڑے میری طرف بڑھا دیتے۔"



پنی آتی اے  
ایک پورٹ ایر  
سے بھیجئے



مزید تفصیلات کیلئے اپنے کارگرو اجنٹ یا پی آئی اے کے کسی بھی کارگرو آفس سے رابطہ قائم کریں۔

**پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز**

۳۵ - ۱۰ اگست ۱۹۷۲ء



کریم بک اسٹال  
نزد رضا کلینک  
سہیلہ ہاؤس - کراچی

Regd No : S - 2772  
Weekly "Al - Fatah" Karachi

5 - 10. AUGUST - 1972

# پنچھڑا

عوام کا سب بڑا مطالبہ  
آباد کاری ہے۔ اور یہ اہم  
فرض ادا کرنے کی ذمہ داری  
سلمان لیڈ نے لی ہے۔

آپ گھر کی تلاش میں پریشان نہ ہوں

## ال فطی

۴۱۱ - محبوب پیمبر صدق - کراچی  
فون: ۵۱۶۲۸۹

